اکبری نورتن

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
مائیسمہ بازار امیرا کدل سرینگر کشمیر

التماسِ ناشر

سلاطینِ مغلیہ میں اگر کوئی تاجدار اپنی سلطنت کے جاہ و جلال، حکومت کے حیرت انگیز نظام و استحکام۔ رعایا کی پاسبانی اور مظلوموں کی داد رسی کے لئے بقائے دوام کی شہرت حاصل کرچکا ہے تو وہ شہنشاہِ اکبر ہے۔ جو اکبرِ اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ دان اصحاب اِس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں۔ کہ اکبر کی عظمت کا راز اُس کے اُن مشیروں کی غیر معمولی قابلیت میں پوشیدہ تھا۔ جو اُس وقت علم و فضل اور فہم و فراست کے اعتبار سے یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ اکبر اگر اپنی سلطنت کی پیچیدہ سے پیچیدہ کیفیتوں کو سُلجھانے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ تو اپنے مشیروں کے ناخنِ تدبیر سے۔ اگر اِس عام خیال کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ اکبر علم سے بالکل بے بہرہ تھا۔ تو پھر اُس کی معاملہ فہمی۔ مردم شناسی اور دُور بینی کا بے اختیار اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ اُس نے اپنے گرد ایسے آدمیوں کو جمع کر لیا جو حقیقی معنوں میں اُس کے رفقائے کار تھے۔ اور جن کی تعداد نو تھی۔ چنانچہ اِسی نسبت سے وہ تاریخ میں "اکبری نو رتن" کا اِمتیازی نام حاصل کرچکے ہیں۔

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اکبری نورتن

یعنی

اکبرِ اعظم شہنشاہِ ہندوستان کے دربار کے اُن نو اُمرا کے مختصر حالات
جو علم و فضل، دانش و حکمت اور تہوّر و شجاعت میں غیرفانی شہرت
حاصل کر چکے ہیں اور اکبری دربار کے نورتن کہلاتے ہیں

جسے

مولوی فیروز الدین اینڈ سنز
گورنمنٹ پبلشرز اینڈ بک سیلرز لاہور
نے
اپنے مطبع فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور میں
باہتمام ایم عبدالحمید خان مینجر چھپوا کر شائع کیا
سنہ ۱۹۳۰ء

قیمت فی جلد ... چھ آنے

فہرستِ مضامین

۱- راجہ بیربر

بیربر کا نام بعض مؤرخوں نے مہیش داس لکھا ہے۔ اور بعض نے برہم داس۔ ذات برہمن بھاٹ۔ وطن کالپی بنارس۔ برہمیہ تخلص کرتا تھا۔ کب رائے۔ راجہ اور بیربر خطاب۔ ۱۵۲۰ء میں موضع کالپی علاقہ بنارس میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا +

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اس کی ذات برہمن نہیں بلکہ بھاٹ تھی۔ بلکہ اس نے برہمن بن کر لاہور کے ایک پنڈت سے

کچھ تھوڑا بہت عِلم حاصِل کیا تھا +

بیربر ابھی بچہ ہی تھا کہ اُس کی والدہ کا اِنتقال ہو گیا - باپ نے اِس ہونہار بیٹے کو نہایت محبت سے پرورِش کیا - اِس کے باپ کا پیشہ امیروں کو دوہے - شعر اَور اشلوک وغیرہ سُنا کر کچھ مانگنا اَور پیٹ پالنا تھا - اِس نے بیربر کو بھی یہی تعلیم دی - چنانچہ بیربر کی عُمر ابھی سات ہی برس کی تھی - کہ اِسے باپ کے یاد کرائے ہوئے تمام دوہے - شلوک اَور اشعار وغیرہ حفظ ہو گئے - یہ چُونکہ نہایت ذہین لڑکا تھا - طبیعت میں شوخی اَور حاضِر جوابی بھی ضرُورت سے زیادہ تھی - اِس پر طُرّہ یہ کہ خُوش آواز اَور خُوبصُورت بھی تھا - نَو سال کی عُمر میں باپ کے ہمراہ امیروں اَور رئیسوں کے پاس جا کر دوہے وغیرہ سُنانے لگا - جو بہت مقبُول ہوتے تھے - راستہ میں کھڑے ہو

کر جب گاتا۔ تو لوگوں کے ٹھٹھ لگ جاتے۔ اور پیسوں کی بارش ہونے لگتی۔ چنانچہ اُس کا مفلوک الحال باپ تھوڑے ہی عرصہ میں دولتمند ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد باپ بیٹا پھرتے پھراتے لکھنؤ میں آئے۔ ایک رئیس کی بد سلوکی اور عدم توجہی سے ناراض ہو کر بیربر نے باوجود لالچی باپ کی تنبیہ کے اِس پیشہ سے اِنکار کر دِیا۔ اور باپ سے کہا کہ ہم کافی دولت کما چکے ہیں۔ آپ آرام سے بیٹھ کر کھائیں۔ اور مَیں حصولِ عِلم کی کوشش کرتا ہوں۔ وطن پہنچ کر اُس نے معمولی شُد بُد ہی حاصِل کی تھی کہ باپ فوت ہو گیا۔ اِس وقت اِس کی عُمر پندرہ سال کی تھی۔ باپ نے قریباً دس ہزار روپیہ چھوڑا۔ اِسے عِلم حاصِل کرنے کا خیال تھا۔ وطن سے اُس کا دِل اُچاٹ ہو گیا۔ اور یہ مختلف شہروں میں پھرتے پھراتے لاہور آ پہنچا ◆

اہلِ ہنُود میں دستُور تھا کہ عِلم کے حقدار صِرف برہمن ہی خیال کیئے جاتے تھے۔ اور برہمن سوائے برہمن کے کسی دُوسرے ہندُو کو بھی تعلیم دینا ایک عِلمی گُناہ خیال کرتے تھے۔ بیربر لاہور کے ایک پنڈت کے پاس پُہنچا۔ اور اپنے آپ کو برہمن ظاہر کر کے اُس کے شاگردوں میں شامِل ہو گیا۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ پنڈت کو اس کی لطیفہ گوئی۔ بذلہ سنجی۔ مزاج کی شوخی اور حاضر جوابی نے چوکنّا کر دِیا۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ برہمن نہیں۔ چنانچہ اُس نے بیربر سے سچ سچ جواب دینے کا عہد لے کر اُس سے دریافت کیا۔ کہ تیری ذات کیا ہے؟ جب اُس نے بتایا کہ مَیں بھاٹ ہُوں۔ تو اُس نے اُسے رُخصت کر کے ہدایت کی کہ اِس واقعہ کا کِسی سے ذِکر نہ کرنا۔

لاہور سے روانہ ہو کر بیربر دِہلی پُہنچا۔ یہ اکبر کے جلُوس کا اِبتدائی زمانہ تھا۔ یہاں بیربر

کی خوش آوازی - خوبصورتی - لطیفہ گوئی اور دوہے پڑھنے کا عوام میں چرچا ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ اکبر تک خبر پہنچی - جس نے از راہِ قدر دانی اُسے اپنے پاس مُلازم رکھ لیا - انجامِ کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ کا جو قُرب بیربر کو حاصل تھا - دربار کے کسی دُوسرے امیر کو نہ تھا - اکبر نوجوان تھا - بیربر کے چٹکلے نوکِ نشتر کا کام دیتے - اور تمسخر محفل کا رنگ جما دیتا - اِس لئے بسا اوقات اِسے حرم سرا اور خلوت میں بھی بُلا لیا جاتا تھا - لیکن مُلکی مُعاملات میں بیربر کا تعلّق بہت ہی کم تھا +

۹۸۰ھ میں اکبر نے کسی بات پر ناراض ہو کر حسین قلی خان سپہ سالار کو حکم بھیجا کہ کانگڑہ فتح کر کے بیربر کی جاگیر کر دیا جائے - اور بیربر کو جو ابھی تک مہیش داس کہلاتا تھا - راجہ اور بیربر خطاب دے کر روانہ کر

دیا۔حسین قلی خان اُمرائے پنجاب کو ساتھ
لے کر بیربر کو ہاتھی پر سوار کرا پہاڑوں
اور نشیب و فراز کو طے کرتا اور فتحیاب ہوتا
ہوا کانگڑہ جا پہنچا۔ حملہ کے جوش میں جو
قباحتیں ہوئیں۔اس میں بیربر بہت بد نام
ہوا۔کیونکہ یہ بیچارہ تو زیادہ سے زیادہ ایک
بھاٹ اور درباری مسخرہ تھا۔ فنون سپاہگری
اور ملکی سیاسیات سے اسے کیا تعلق تھا۔
حسین خان نے کانگڑے کا محاصرہ کیا ہوا تھا
کہ پنجاب پر ابراہیم حسین مرزا کے حملہ کی
اطلاع ملی۔جس پر اس کا ادھر متوجہ ہونا
ضروری تھا۔چنانچہ صلح کر کے محاصرہ اٹھا
لیا۔راجہ نے بھی صلح کو غنیمت سمجھ کر پیش
کردہ شرائط قبول کر لیں۔چوتھی شرط یہ تھی
کہ علاقہ ہذا بیربر کو عطا ہوا ہے۔اس لئے
اس کا کچھ انتظام ہونا چاہئے چنانچہ راجہ نے پانچ
من سونا بیربر کو دیا اور یہ خوش ہو کر واپس چلا گیا۔

سنہ ۹۸۴ھ میں اکبر نے بیربر کو رائے لون
کرن کے ساتھ راجہ ڈونگر پور کے پاس روانہ
کیا۔ راجہ اپنی لڑکی شاہی حرم سرا میں دینے
پر تو آمادہ تھا۔ مگر بعض رُکاوٹوں کے باعث
مجبور تھا۔ بیربر نے جا کر کچھ ایسے لطیفوں
اور چٹکلوں کے منتر مارے کہ راجۂ ڈونگر پور
سب غور و خوض بھول گیا۔ اور یہ بامراد
سواری لے کر واپس چلا آیا ❖
راجہ رام چندر کے بیٹے بیر بھدر کو حاضرِ
دربار ہونے میں پس و پیش تھا۔ اکبر نے
سنہ ۹۹۱ھ میں بیربر کو زین خاں کوکہ کے ساتھ
روانہ کیا۔ یہ اسے بھی باتوں میں لگا کر ساتھ
لے آیا۔ اسی سال بیربر چوگان بازی کے
میدان میں گھوڑے سے گر کر بیہوش ہو گیا۔
اکبر نے اُٹھوا کر گھر بھجوا دیا۔ اسی طرح ایک
اور چوگان بازی کے میدان میں بادشاہ ہاتھیوں
کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ایک ہاتھی

"دل چاچر" نامی نے جو مستی اور سرشوری میں مشہور تھا - دو مُلازموں پر حملہ کر دِیا - وُہ بھاگے اور دل چاچر اُن کے پیچھے بھاگا - سامنے بیربر آ گیا - ہاتھی اُن سے ہٹ کر اِس پر حملہ آور ہُوا - اِس کے اوسان ایسے خطا ہُوئے کہ بھاگنے کا بھی ہوش نہ رہا - اکبر یہ دیکھتے ہی گھوڑے کو ایڑ لگا ہاتھی اور بیربر کے بیچ آ کُودا - بیربر گرتا پڑتا بھاگا - اور ہاتھی اکبر سے چند قدم کے فاصلہ پر خود ہی رُک گیا +

پشاور کے مغرب میں سواد اور باجوڑ کا علاقہ ہے - جس میں بڑی دشوار گُزار گھاٹیاں اور خطرناک پہاڑ ہیں - یہاں کے جنگجو افغانوں نے "پیر روشنائی" کی سرکردگی میں سخت شورش برپا کر رکھی تھی - اکبر نے اِن کی سرکوبی کے لئے زین خاں کو کلتاش کو فوج دے کر روانہ کیا - زین خاں ایک بہادر سردار اور سپاہی زادہ

تھا۔ جس نے جاتے ہی نہایت خُوش اسلُوبی سے جنگ شرُوع کی۔ اَور کامیابی کی اُمّید دِلا کر اَور لشکر طلب کیا۔ اکبر یہ سوچ رہا تھا کہ اَیسے خطرناک پہاڑوں میں کس کی سرکردگی میں لشکر روانہ کرے۔ کہ ابُو الفضل نے اپنا نام پیش کیا۔ اِس کی دیکھا دیکھی بیربر نے بھی اپنا نام پیش کر دِیا۔ بادشاہ جانتا تھا کہ مجلِسِ عَیش و طرب میں تو بیربر باتوں کی اچھّی پھُلجھڑیاں چھوڑتا ہَے۔ مگر مَیدانِ سِیاست اَور معرکۂ جنگ سے بالکل نا آشنا ہَے۔ اُس نے قُرعہ ڈالا تو یہاں بھی بیربر ہی کا نام نِکلا۔ بادشاہ نے شاید اِس خیال سے کہ اِس کے نام پر بھی کوئی فتح ہو جائے۔ اَور تارِیخ میں اِس کا بھی نام آ سکے۔ بہُت سا سامانِ جنگ اَور لشکر دے کر اپنے خاصہ کا توپ خانہ بھی ساتھ کر دِیا۔ اَور کچھ عرصہ کے بعد حکیم ابُو الفتح کو مَدد کی

فوج دے کر اُس کے پیچھے روانہ کر دیا +

جب بیربر سواد میں پہنچا تو زین خان کوکلتاش نہایت عزت سے پیش آیا - اور بڑی آؤ بھگت کی - اِس کے بعد اُس نے حکیم ابو الفتح - بیربر اور دیگر تمام سرداران لشکر کو اپنے خیموں میں بلایا کہ جنگ کی تجاویز پر اتفاق رائے ہو سکے - اِس موقع پر بیربر نے نہایت چھچھورے پن سے کام لیا - کئی شکائتیں کرتے ہوئے کہا کہ خاصہ توپ خانہ تو ہمارے ساتھ ہے - اِس لئے تمام سرداروں کے لئے واجب تھا کہ اِس کے گرد جمع ہوتے - اور ہر قسم کا صلاح و مشورہ یہاں قرار پاتا - زین خاں یہ باتیں سن کر فوراً خود بیربر کے پاس چلا گیا - اور باقی سردار بھی اُس کے پیچھے چلے آئے - حالانکہ وہ سپہ سالار تھا - اور بیربر پر واجب تھا کہ وہ توپخانہ اُس کے حوالے کر دیتا - حکیم ابو الفتح کے

ساتھ بھی بیربر کے تعلّقات خوشگوار نہ تھے۔
چنانچہ اِس جلسۂ مشاورت میں بھی بیربر اور
اور حکیم مذکور کی باتوں میں یہاں تک
نوبت جا پہنچی کہ بیربر گالیوں پر اُتر آیا۔
لیکن زین خاں کی تدبیر یہاں بھی کام آئی۔
اور جلسہ صلاحیت کے ساتھ برخاست ہو گیا۔
مگر تینوں اُمرا میں اختلاف رہا۔ جو عداوت
اور نفاق کی صورت میں ترقی کرتا چلا گیا۔ زین
خان سپہ سالار اور تلوار کا دھنی اور تلواروں
ہی کے سایہ میں بڑھ کر جوان ہُوا تھا۔ حکیم
ابو الفتح مدبّر تھا۔ اور اپنے حُسنِ تدبیر پر نازاں
کہ اکبر میرے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں
کرتا۔ اور مَیں اُس کا مصاحبِ خاص ہوں۔
بیربر سمجھتا تھا کہ مَیں اکبر کا سب سے بڑا
مُقرّب ہوں۔ بادشاہ میری قسم نہیں کھاتا۔
اور میرے تمسخر پر لٹّو ہے۔ اِس لئے تینوں
کی رائے ایک نہ ہوتی تھی۔ بیربر کے دِل

میں وہاں کے پہاڑ اور گھاٹیاں دیکھ دیکھ کر وحشت بڑھتی جاتی - اور اگر راہ میں بھی اِن دونو سے مُلاقات ہو جاتی تو اِنہیں بُرا بھلا بھی کہتا جاتا +

زین خان کی رائے تھی کہ اِس جنگ کو زیادہ مُنظّم کر کے کامِل فتح حاصِل کی جائے- مگر حکیم اور بیربر کہتے تھے کہ بادشاہ کو اِس مُلک پر قبضہ منظور نہیں - اُس کا حکم ہے کہ لُوٹ مار سے عِلاقہ تباہ کر دو - ہم ایک راستہ سے لُوٹ مار کرتے آئے ہیں - اور اب دُوسرے راستہ سے نِکل کر بادشاہ کے پاس چلے جائینگے - زین خان نے ہر چند سمجھایا کہ جو مُلک اِس قدر جانفشانی سے ہاتھ آیا ہو - اُسے اِس طرح نہ چھوڑنا چاہیئے - مگر اِن دونو نے ایک نہ مانی - زین خان نے بیحد مایُوس ہو کر مشورہ دیا کہ اگر تُمہیں اپنے اپنے لشکر لے کر واپس ہی جانا ہے - تو

پھر اُسی راستہ سے چلو۔ جس راستہ سے آئے ہو۔ تا کہ اُس کا انتظام تو پختہ ہو جائے +

بیربر نے ایک نہ سُنی - اور دُوسرے ہی روز اپنی راہ سے روانہ ہو پڑا۔ چارو ناچار زین خان اور دیگر سرداران لشکر بھی اُس کے پیچھے ہو لئے - راستہ اس قدر دُشوار گزار تھا کہ دن بھر میں صرف پانچ کوس طے ہُوئے - اور قرار پایا کہ کل آدھ کوس پر جا کر ڈیرا کیا جائے - کیونکہ گھاٹیاں تنگ ہیں - اور سامنے بڑے پہاڑ کی چڑھائی تیز - چنانچہ اگلے روز علی الصباح کُوچ کر کے برف پوش پہاڑ کو آسانی سے طے کیا جا سکیگا +

بیربر نے اس موقع پر بھی اپنی کم فہمی اور خود رائی سے کام بگاڑ دیا - جب صُبح لشکر روانہ ہُوا - تو ہر چہار طرف سے گھاٹیوں

اَور پہاڑوں کے پیچھے سے افغانوں نے حملہ شُروع کر دیا۔ مگر بیربر اِس پر بھی بڑھتا چلا گیا۔ زین خان نے دُوسرے روز بیربر کے خیمہ میں جا کر پھر مشورے کئے۔ مگر اُس کی کسی نے نہ سُنی۔ اگلے روز جب پھر لشکر روانہ ہُوا۔ تو افغانوں نے سخت یُورش کی۔ غرض اِس قسم کی کوتہ اندیشیوں سے شاہی لشکر کا بے حد نقصان ہُوا۔ اَور بیچارا بیربر بھی مارا گیا۔ یہاں تک کہ اُس کی لاش بھی دستیاب نہ ہُوئی +

اکبر کو بیربر کی مَوت سے بڑا رنج ہُوا۔ دو دِن تک اُس نے کھانا تک نہ کھایا۔ اگرچہ بعد میں ایک عرصہ تک اِس قسم کی افواہیں اُڑتی رہیں کہ بیربر فُلاں شہر میں دیکھا گیا۔ فُلاں قصبہ میں مَوجُود ہے۔ اَور فُلاں آدمی سے مِلا ہے۔ اکبر اُس کی تلاش کراتا رہا۔ غرض زندگی میں

جیسا مسخرہ تھا - مرنے کے بعد بھی تمسخر سے باز نہ آیا +

بیربر اگرچہ نہ تو کچھ پڑھا لکھا تھا - اور نہ ہی تلوار پکڑنا آتی تھی - لیکن دانا اور ادا شناس آدمی تھا - دو ہزاری منصب تک پہنچا - اس پر "صاحب السیف والقلم" خطاب میں داخل تھا - اور "کب رائے" (ملک الشعرا) بھی - حالانکہ شعر بھی نہ کہہ سکتا تھا - چنانچہ آج تک اس کا کوئی کبت یا شلوک بھی ایسا نہیں ملا - جو گنوان پنڈتوں کی مجلس میں فخر سے پڑھا جائے - آخر بھاٹ کو علم و فضل سے کیا نسبت! راجہ اور بیربر بھی خطاب تھے - بادشاہ کی عنایت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ لاکھوں روپیہ کے جواہرات مہینوں میں عطا فرما دیتا - قرب شاہی کے باعث راجہ اور امرا بھی اسے ہمیشہ قیمتی تحائف بھیجتے رہتے تھے +

بیربر کے اکثر لطیفے اور چٹکلے مشہور ہیں۔ لیکن اُن میں ایسا شاید ہی کوئی ہو۔ جس میں کوئی شاعرانہ یا عالمانہ نکتہ نظر آئے۔ اور اگر کوئی زیادہ دلچسپ ہوگا بھی۔ تو خلافِ تہذیب۔ اُس کا کوئی شعر یا اشلوک تو درکنار۔ کوئی بھاٹوں کا سا دوہرا بھی ایسا نہیں۔ جسے خوبی کے لحاظ سے پیش کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر ایک پہیلی لکھی جاتی ہے۔ پہیلی مال پوا

گھی میں غرق سواد میں میٹھا	بن بیلن وہ بیلا ہے
کہیں بیربر سنیں اکبر	یہ بھی ایک پہیلا ہے

زمانۂ گزشتہ کے اکثر سلاطین کے دربار میں مسخرے ہُوا کرتے تھے۔ جو نقلِ محفل کا کام انجام دیتے تھے۔ مگر بیربر کے پایہ کا شاید ہی کوئی شخص ہُوا ہو۔ یہ صرف اکبر کی دریا دلی اور ذرّہ نوازی تھی۔ کہ ایک معمولی بھاٹ کو جو علم و فضل سے بھی

بے بہرہ تھا۔ اِتنے بڑے بڑے خِطاب دِئے۔ اَور اِس قدر قُرب حضُوری بخشا کہ بڑے بڑے اُمرا رشک کرتے +

بیربر کے بڑے بیٹے کا نام لالہ تھا اور دُوسرے کا ہرمرائے +

۲۔ مسیحُ الدّین حکیم ابُو الفتح گیلانی

حکیم ابُو الفتح کے باپ کا نام عبدُالرّزّاق تھا۔ لاہجان عِلاقہ گیلان کے جو اِیران کا ایک صُوبہ ہے۔ رہنے والا تھا۔ اِس کی ذات کے مُتعلق تو کُتبِ تواریخ میں کوئی وضاحت نہیں۔ البتہ عُرفی نے اِس کی تعریف میں جو قصیدے لکھے ہیں۔ اُن میں اِسے

"میر ابو الفتح" تحریر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ذات سیّد تھی +

اِس کا باپ مولانا عبدُالرّزاق گیلان کا بہت بڑا اور نامور فاضل ہُوا ہے۔ جو علاوہ ہر قسم کے علم و فضل کے حکمتِ نظری اور اِلٰہیات کا بڑا ماہر تھا۔ اور گیلان میں صدرُ الصّدور کے عُہدہ پر مامور۔ جب ۹۷۴ھ میں شاہ طہماسپ صفوی والئے اِیران نے گیلان فتح کیا۔ اور وہاں کا فرمانروا احمد خاں قید ہُوا۔ تو مولانا عبدالرّزاق بھی زندان میں ڈال دیا گیا۔ چنانچہ قید ہی کی تکلیف سے اُس کا اِنتقال ہو گیا +

حکیم ابو الفتح اور اُس کے تین بھائی حکیم ہمام جو نو رتن میں سے ہے۔ حکیم نور الدین قراری اور حکیم لطفُ اللہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے اپنے مُلک میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ ۹۸۲ھ میں حکیم

ابُو اُلفتح مع اپنے دو بھائیوں کے ہندوستان میں آیا۔ اَور لُطفُ اللہ بعد میں آیا۔ اَور یہاں آتے ہی کمالاتِ عِلم و فضل کے باعث اکبر کے دربار میں جگہ پا کر عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے +

حکیم ابُو اُلفتح بڑا رمز شناس۔ نُکتہ دان۔ تیز فہم اَور مصلحت بیں شخص ہونے کے علاوہ بہت بڑا انشا پرداز تھا۔ اَور نظم و نثر دونو میں کامل تھا۔ اَور اِس کی جودتِ طبع کے تمام صاحبِ عِلم مُعترف تھے۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انوری۔ خاقانی اَور خُسرو تک کو خاطر میں نہ لاتا تھا +

۹۸۷ھ میں حکیم ابُو اُلفتح کو بنگالہ کی صدارت اَور امینی کا عُہدہ عطا کیا گیا۔ اَور رائے پتر داس دیوان بنا۔ یہ دونو بنگالہ پُہنچے۔ اَور ساتھ کئی اُمرا بھی روانہ کئے گئے۔ وہاں قاقشاں خیل افغانوں نے

بغاوت کر دی - اور اِس قدر غلبہ حاصِل کر لیا - کہ وہاں کا سردار مُظفّر خاں قِلعۂ ٹانڈ میں محصُور ہو گیا - اور ساتھ ہی حکیم ابُوالفتح اَور پتر داس بھی - باغی قلعہ کی دیوار پھاند کر اندر گھُس آئے - اَور مُظفّر خاں کو قید کر کے ہلاک کر دیا - حکیم بے چارا قلم کا مالک تھا نہ کہ تلوار کا - اَور اَیسا ہی رائے پتر داس کہ تلوار کی شکل سے گھبراتا تھا - یہ دونو بھیس بدل کر رعایا میں مِل گئے - اَور کِسی نے شناخت نہ کیا - آخر موقع پا کر قلعہ سے باہر نکلے - اَور سر پر پاؤں رکھ کر اَیسے بھاگے کہ مُڑ کر بھی نہ دیکھا - نہ کوئی سواری اَور نہ کوئی نوکر چاکر - گاؤں گاؤں پھرتے پھراتے اور جان چھُپاتے ہُوئے خُدا خُدا کر کے حاجی پور کے قلعہ میں پہنچے - تو جان میں جان آئی - مگر نہایت خستہ حال ہو رہے تھے - وہاں سے دربار میں پہنچے -

اور تقریر کے وہ جوہر دکھائے - کہ اکبر بھی لوہا مان گیا - اور زیادہ مہربانی فرمائی - اِس کا چھوٹا بھائی حکیم نور الدین قراری اسی بنگالہ کی بھاگڑ میں کہیں مارا گیا +

۹۹۰ھ میں تجویز ہوئی کہ تمام ممالکِ محروسہ کی معافیوں کی تحقیقات کی جائے - چنانچہ تحقیقات کے لئے کئی کئی صوبوں پر ایک ایک آدمی جو بڑا عالی دماغ اور با امانت تھا - مقرر کیا گیا - اِس سلسلہ میں مالوہ - دہلی اور گجرات پر حکیم ابو الفتح مقرر ہوا - اِس شخص نے یہاں بڑی فیاضی سے کام لیا +

۹۹۳ھ میں حکیم کو ہشت صدی منصب ملا - اور اگرچہ پھر اُس کے منصب میں ترقی نہ ہوئی - لیکن دربار میں اس کا درجہ کسی امیر سے کم نہ تھا - اسی سال سرحدی پٹھانوں کی مہم پر حکیم ابو الفتح کو ترکی فوج

دے کر روانہ کیا گیا۔ اس نے یہاں بھی
بنگالہ کی طرح مردانگی کے جوہر دکھائے۔
یعنی نہایت بُری حالت میں ناکام واپس
ہُوا۔ اور بیربر تو بیچارا اسی جنگ میں
ایسا کھویا گیا کہ پھر اُس کا کہیں نام و نشان
ہی نظر نہ آیا۔ مگر یہ یہاں سے بھی جان
بچا کر نکل آیا۔ بادشاہ کو بیربر کے ضائع
ہونے کا سخت صدمہ ہُوا۔ چنانچہ جو اُمرا
زندہ واپس آئے تھے۔ وہ عرصہ تک زیرِ
عتاب رہے۔ انہی میں حکیم ابو الفتح بھی
تھا۔ لیکن ابو الفضل۔ خان خاناں اور فیضی
وغیرہ کی سفارشوں سے اکبر نے معافی دے
دی +

۹۹۵ھ میں جب بدخشاں کا حاکم مرزا
سلیمان ہندوستان آیا۔ جس کی آؤ بھگت
میں وہ زور دکھایا گیا تھا کہ جشن جمشید
بھی مات ہو گیا تھا۔ تو اکبر نے شہزادہ مراد

کو جس کی عمر اُس وقت پانچ چھ برس کی تھی۔ پیشوائی کے لئے کئی منزل آگے بھیجا۔ شہزادہ کے ساتھ حکیم ابو الفتح۔ ابو الفضل۔ خان خاناں وغیرہ اُمرا بھیجے گئے۔ ابو الفتح اور ابو الفضل بہت بڑے معاملہ فہم اور ادب شناس تھے۔ انہیں خصوصیت سے حکم دیا گیا کہ ملاقات کے وقت شہزادہ کے بالکل قریب رہیں +

۹۹۷ھ میں اکبر کشمیر سے براہِ مظفر آباد واپس ہُوا۔ جب حسن ابدال کے مقام پر پہنچا تو حکیم ابو الفتح بیمار ہو گیا۔ چونکہ ضعف زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اِس لئے بادشاہ نے ایک روز اور مقام کیا۔ اور کئی دفعہ خود عیادت کے لئے گیا۔ دردِ شکم اور اسہال کی بیماری تھی حکیم نے اسی جگہ انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہُوا۔ اکبر کو اِس کے فوت ہو جانے کا بڑا رنج ہُوا۔ اِس کا چھوٹا بھائی حکیم

ہمام اِس زمانہ میں ایران کی سفارت پر گیا ہُوا تھا۔ بادشاہ نے اُسے وُہیں دردناک تعزیت نامہ بھیجا +

کہتے ہیں کہ کشمیر میں شاہ عارف حُسینی ایک بُزرگ تھے۔ اکبر نے حکیم ابوالفتح اَور ابُوالفضل کو اِن کی خدمت میں بھیجا۔ وُہ ہر وقت مُنہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ اِن دونو نے باتوں میں کہا کہ اگر نقاب اُٹھا کر دیدار دیجئے۔ تو کیا مُضائقہ ہَے۔ شاہ صاحب نے اِنکار کیا اَور کہا۔ کہ ہم فقیر لوگ ہَیں۔ ہمیں دِق نہ کرو۔ حکیم کی طبیعت میں بیباکی اَور شوخی زیادہ تھی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر نقاب کھینچ لیا۔ شاہ صاحب نے ناراض ہو کر کہا کہ ”مَعَاذَ اللہ مَیں معیُوب یا مجذُوم نہیں۔ لے میرا مُنہ دیکھ لے“ یہ کَہ کر گریبان چاک کر لیا اَور نقاب اُتار کر زمین پر پھینک دیا۔ اَور کہا

کہ تُو نے میرا مُنہ دیکھا ہے مگر نتیجہ بھی دو ہفتہ کے اندر ہی دیکھ لے گا۔ چُنانچہ اس عرصہ میں حکیم کا اِنتقال ہو گیا ٭

حکیم ابو الفتح کی تصانیف سے کئی کتابیں تھیں۔ جن میں سے یہ مشہور ہیں۔ "فتاحی" جو قانونچہ کی شرح اور ساڑھے چار سو صفحہ کی کتاب ہے۔ "چار باغ" جس میں وہ خطوط ہیں جو اُس نے اپنے بھائی ہمام۔ ابو الفضل۔ خان خاناں۔ فیضی اور خافی خان وغیرہ کو لکھے ہیں۔ اِن خطوط میں مسائلِ حکمت نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ٭

اس کا پہلا بھائی ہمام نورتنِ اکبری میں ہے۔ دُوسرا نُور الدین تھا جو شاعر تھا اور قراری تخلّص تھا۔ تیسرا لُطف اللہ جو بعد میں ہندوستان آیا۔ اور صدری منصب حاصل کیا۔ حکیم ابو الفتح کا بیٹا فتح اللہ تھا۔ جو

بعہدِ جہانگیر۔ بمقام کابل خسرو کی سازش میں گرفتار ہُوا۔ اور اِلزام ثابت ہونے پر بہ سزا ہلی کہ گدھے پر اُلٹا یعنی پچھلی طرف مُنہ کرکے سوار کیا جاتا تھا۔ اور منزل بمنزل لایا گیا۔ اور آخر اندھا کر دیا گیا +

۳۔ حکیم ہمام

پہلے اِس کا نام ہُمایوں تھا۔ اور حکیم ابُو الفتح گیلانی کا چھوٹا بھائی تھا۔ اکبر کے دربار میں کسی امیر کا نام ہُمایوں ہونا خلافِ ادب تھا۔ کیونکہ اکبر کے والد کا نام بھی ہُمایوں تھا۔ اِس لئے یہ شخص پہلے ہُمایوں قلی کہلاتا رہا۔ پھر اکبر نے اِس کا نام "حکیم ہمام" رکھا +

حکیم ہمام ۹۸۲ھ میں اپنے بھائی حکیم ابُو الفتح

کے ساتھ ایران سے ہندوستان میں آیا۔
اور اُس کے ساتھ ہی دربارِ اکبری میں مُلازِم
ہُوا۔ یہ شخص صاحبِ علم و فضل ہونے کے
علاوہ دانشِ طبعی و عقلی سے آشنا۔ خُوش قیافہ۔
فصیح زبان۔ شگفتہ رُو۔ زمانہ کا مزاج دان
اور نبض شناس تھا۔ زندہ دلی اور شگفتہ
مزاجی اس کا خاصہ تھا۔ اگرچہ منصبِ شش
صدی سے زیادہ ترقی نہیں کی۔ مگر قُربِ شاہی
اس قدر حاصل تھا کہ اکبر کا دسترخوانِ خاصہ
اس کے سپُرد تھا۔ چُونکہ یہ شخص صرف حاضرِ
دربار ہی رہتا تھا۔ اور کوئی خاص مُلکی
خدمت اس سے سر انجام نہ ہوئی۔ اس لئے
منصب میں بھی کوئی ترقّی نہ ہوئی۔ اُس زمانہ
میں وُہی لوگ صاحبِ منصب ہوتے تھے جو
سیاسیات میں حصّہ لیتے اور تلوار کے جوہر
دکھاتے تھے۔ مگر یہ لوگ تو صاحبِ قلم تھے۔
تلوار کا تو سنبھالنا بھی انہیں نہ آتا تھا ✣

عبد اللہ خاں اوزبک نے اکبر کے دربار میں ماوراءُ النّھر کے تحائِف اَور مراسِلہ اِرسال کیا۔ اُس کے جواب میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے تحائِف ۹۹۴ھ میں اکبر نے توران روانہ کیئے۔ تو سفارت کی خِدمت حکیم ہمام کے سپُرد ہوئی۔ اِس شخص کے عِزّ و وقار اَور قُربتِ حضُوری کا پتہ اِس فِقرہ سے چلتا ہے۔ جو اکبر نے حکیم ہمام کے مُتعلِق اُس مراسِلہ میں لکھوایا جو عبد اللہ خاں اوزبک کی خِدمت میں تحائِف کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ اِس مراسِلہ میں حکیم ہمام کے مُتعلِق درج ہے کہ:۔

"افاضت و حِکمت پناہ۔ زُبدۂ مُقرّبانِ ہوا خواہ۔ عُمدہ محرمانِ کار آگاہ حکیم ہمام کہ مُرید درُشت کِردار اَور مُخلِص راشت گفتار ہے۔ اَور سلطنت کی اِنتہا اُسے بِساطِ قُرب کا مُلازِم ہے۔

اِس کی جُدائی اِس وقت تک کسی
صُورت سے بھی تجویز نہیں ہوئی تھی۔
اب قواعدِ مُوَدّت اور بُنیادِ محبّت کی
اُستواری اور اِستحکام کے واسطے روانہ
کیا جاتا ہے۔ ہماری حضُوری میں اِسے
وُہ قُرب حاصِل ہے کہ مطالب و
مقاصِد بغیر کسی واسطہ کے مقامِ عرض
میں پہنچاتا ہے۔ اگر آپ کی مجلسِ
شریف میں بھی اِسی طریقہ کی رعایت
ہوگی۔ تو گویا آپس میں بلا واسطہ
گُفتگُو ہو جائیگی" ٭

اکبر اِس کی عدم مَوجُودگی میں اِسے بہُت
یاد کرتا تھا۔ اور دسترخوان پر اکثر کہا
کرتا تھا کہ جب سے حکیم ہمام تُوران گیا
ہے۔ کھانے کا مزہ بھی جاتا رہا ٭

تین برس کے بعد ۹۹۶ھ میں حکیم ہمام
تُوران سے واپس آیا۔ اُس کے آنے سے

پہلے ہی اُس کا بڑا بھائی حکیم ابو الفتح فوت ہو چُکا تھا۔ جس کی تعزیت کا فرمان اکبر نے اِسے وُہیں بھیجا تھا۔ اَور اِس میں اظہارِ رنج و غم کے علاوہ غمخواری و دلداری اَور تسلّی و تشفّی کی باتیں درج تھیں *

۱۰۰۳ھ میں حکیم ہمام کا لاہور میں اِنتقال ہُؤا۔ اِس کی لاش کو حسن ابدال لے جاکر بڑے بھائی کے پاس دفن کِیا گیا۔ صِرف دو ماہ مرضِ دِق میں مُبتلا رہ کر فوت ہُؤا۔ اکبر نے اپنی عِنایتوں سے اِس کے پسماندگاں کی دِلجوئی کی۔ یہ شخص حکیم ابُو الفتح کا چھوٹا بھائی تھا۔ مگر کہتے ہیں کہ حُسنِ اخلاق میں اُس سے بڑا تھا *

حکیم ہمام کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام حکیم حاذِق تھا۔ اَور دُوسرے کا حکیم خُوشحال حکیم حاذِق صاحِب عِلم آدمی تھا۔ اور حاذِق تخلّص کرتا تھا۔ اِنشا پردازی اَور شعر و سخن

میں کامل دستگاہ رکھنے کے باعث بڑی
شہرت حاصل کی تھی۔ مگر بد مزاج۔ خود بین
اور مغرور بہت تھا۔ اگرچہ شعر عمدہ کہتا
تھا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے آپ کو انوری سے
فائق خیال کرتا تھا۔ اپنے دیوان کو ہمیشہ
زرق برق رکھتا تھا۔ اور جب پڑھنے کے
لئے مجلس میں منگاتا۔ تو ملازم اسے مرصع
کشتی میں رکھ کر لاتے تھے۔ جب دیوان
مجلس میں لایا جاتا۔ تو یہ خود بھی اور
دیگر اہل محفل بھی تعظیم کے لئے کھڑے
ہو جاتے۔ اگر کوئی امیر کھڑا نہ ہوتا۔ تو
یہ اس سے ناراض ہو جاتا تھا۔ اور سونے
کی رحل پر رکھ کر اس سے اپنا کلام
سناتا تھا۔ جہانگیر کے عہد میں امام قلی خان
والئے توران کے پاس مراسلہ اور تحائف
کی سفارت اس کے سپرد ہوئی۔ شاہجہان
کے عہد میں ہزار پانصدی اور شش صد

سوار کا منصب ملا - اور درجہ بدرجہ سہ ہزاری منصب تک ترقی کی - بعد میں بیس ہزار وظیفہ مقرر ہوا - جو بعد میں چالیس ہزار ہو گیا - ۱۰۸۰ھ میں انتقال کیا +

حکیم خوشحال حکیم ہمام کا دوسرا بیٹا تھا - اس نے شاہزادہ خرم یعنی شاہجہان کے ساتھ پرورش پائی تھی - شاہجہانی عہد میں منصب ہزاری تک پہنچا - اور دکن کی فوج کا بخشی بھی مقرر ہوا +

---

۴ - مؤتمن الدولہ عمدۃ الملک راجہ ٹوڈر مل

نام ٹوڈر مل - مؤتمن الدولہ - عمدۃ الملک اور راجہ خطاب - اس کے علاوہ اس کے

حسب نسب - خاندان - ذات اور وطن وغیرہ
کا حال کسی تاریخ اور تذکرہ میں نہیں پایا
جاتا - یہاں تک کہ اکبر کے عہد اور اُس
کے دربار کا مشہور مؤرخ امام اکبر شاہ
شیخ عبدُ القادر بدایونی بھی خاموش ہے -
اور خلاصۃُ التواریخ کا مصنّف بھی باوجودیکہ
ہندو ہے - مگر چُپ ہے - موجودہ زمانہ کے
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذات کا ٹمن کھتری
تھا - بعض اس کا وطن شہر لاہور ــ بعض
چونیاں تحصیل لاہور - اور بعض لاہرپور علاقہ
اودھ قرار دیتے ہیں ٭
یہ شخص بیوہ اور مفلس ماں کا بیٹا تھا -
جس نے اسے افلاس اور تنگدستی کی حالت
میں پرورش کیا - مگر قسمت کی رسائی سے
مظفر خاں کے پاس پہنچا - اور عام متصدیوں
کی طرح کم علم نوکروں میں ملازم ہوا - چونکہ
اُس کی طبیعت میں قواعد کی پابندی اور کام

کی صفائی - احکام کی تعمیل اور علمی مطالعہ کا شوق بہت تھا - اِس لئے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بادشاہی متصدیوں میں داخل ہو گیا - یہاں اُس نے اپنے متعلقہ کام کو اِس سلیقہ شعاری اور شوق سے انجام دینا شروع کیا کہ اور بگڑے ہوئے کام بھی اِس کے سپرد ہونے لگے - یہاں تک کہ درباری کار دار اور اُمرا بھی ہر امر کا پتہ اِسی سے دریافت کرنے لگے - اور ہر کام میں اِسی کا نام زبان زد ہو گیا - اور رفتہ رفتہ بلا واسطہ کاغذات بادشاہ کے حضور پیش کرنے لگا - اور اِسی وجہ سے سفر میں بھی اُس کا ہمراہ ہونا واجب ہو گیا - اُس نے اپنی ذاتی لیاقت اور احسن کارکردگی سے اِس درجہ تک ترقی کی کہ آخر بائیس صوبوں کا دیوان کُل اور وزیر با تدبیر بن گیا - اور "مؤتمن الدولہ" - "عمدۃ الملک" اور "راجہ"

کا خطاب حاصل کیا - اس میں یہ بڑی خوبی
تھی کہ مذہب کا بڑا پابند تھا - اور پوجا
پاٹ میں کبھی کوتاہی نہ کرتا تھا - یہ نہیں
کہ ابو الفضل اور بیربر کی طرح بادشاہ کے
ساتھ لا مذہبی کا شکار ہو گیا ہو *
منشیانہ اور متصدیانہ قابلیت کے علاوہ
سپاہیانہ چستی و چالاکی بھی اس میں موجود
تھی - شاہی لشکر قیام کے لیئے میلوں میں
اترتا تھا - اور ایک آدمی کی تلاش کے
لیئے ایک آدھ دن تو در کنار ہفتے ضروری
ہوتے تھے - اس نے یہاں بھی پہلے اصول
میں اصلاحیں کیں - اور سوار - پیادہ - بہیر -
توپ خانہ - رسد - بازار لشکر وغیرہ کے ڈیرنے
کے لیئے جگہیں اور درجے مقرر کیئے - خود
وردی پہنے گھوڑے پر سوار کیمپ میں
دوڑتا پھرتا تھا *
۹۷۲ھ میں خان زمان کی مہم میں میر

مُعزّ الملک کے پاس ٹوڈر مل کو بھی اکبر نے روانہ کیا۔ وہاں صُلح کی تجویزیں مکمل ہو چکی تھیں۔ اور تمام سرداران لشکر صُلح چاہتے تھے۔ اور میر مُعزّ الملک ٹال مٹول کرتا تھا۔ اور صُلح پر راضی نہ تھا۔ ٹوڈر مل بھی اس کا ہمخیال ہو گیا۔ مُعزّ الملک بارُود تھا تو ٹوڈر مل آگ ہو کر پہنچا۔ جنگ شروع ہی کرا دی۔ مگر بڑی ذلّت و رسوائی سے شکست ہوئی +

۹۸۰ھ میں اکبر کے حکم سے گُجرات جا کر وہاں کی جمع خرچ۔ آئینِ مال اور بندوبست کے کاغذات چند روز میں مُرتّب کر کے لایا۔ رنتھنبور۔ سُورت اور چتوڑ کی فتُوحات میں قلعہ گیری کی تدابیر میں ٹوڈر مل کا زیادہ حصّہ تھا +

۹۸۱ھ میں ٹوڈر مل کو مُنعم خان سپہ سالار کے پاس بہار کی مُہم پر بھیجا گیا۔

وہاں بھی یہ اپنی کارگزاری دِکھاتا رہا۔ پٹنہ کی فتح کے موقع پر اِسے طبل و علم عطا ہُوا۔ بنگال کی مُہم میں اِس نے ایسا نام پیدا کیا۔ کہ مُنعم خاں کے ساتھ اِس کا نام بھی لکھا گیا۔ جُنید کرارانی کی بغاوت کو اِس نے بڑی عقلمندی سے دبایا۔ اَور بھی کئی مواقع پر اِس کی حُسنِ تدبیر سے بڑے بڑے کام نکلے۔ بنگالہ سے واپسی پر ٹوڈرمل بادشاہ کے لئے یورپ کے تحائف اَور چوّن عُمدہ ہاتھی لایا۔ بادشاہ نے منصب دِیوانی عطا کیا۔ اَور چند روز میں وزارتِ کُل اَور وکالتِ مُستقل عطا کی ؞

مُنعم خاں کے مرنے پر پھر بغاوت ہوگئی اکبر نے خان جہان کو اِن ممالک کا اِنتظام سپُرد کرکے راجہ ٹوڈرمل کو بھی اِس کے ساتھ روانہ کیا۔ جہاں اُس نے قابلِ تعریف خدمات انجام دِیں۔ داؤد خاں کے مارے

جانے پر جب امن ہو گیا تو ٹوڈر مل حاضرِ دربار ہُوا۔ اور تین سو چار ہاتھی نذر گزرانے۔ اس کے بعد گجرات میں وزیر خاں کی امداد کو گیا۔ جہاں مرزا کامران کی بیٹی نے فساد برپا کر رکھا تھا۔ لڑائی میں دشمن پہلے تو بھاگ نکلا۔ مگر دولقہ کے تنگ میدان میں جم کر مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گیا۔ کامران کے بیٹے نے اس جنگ میں عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر گھوڑوں پر سوار کر دیا تھا۔ جو خوب نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتی تھیں۔ جب فتح ہوئی۔ تو ٹوڈر مل نے مالِ غنیمت کے ساتھ ان مردانہ عورتوں کو بھی اسی لباس میں اپنے لڑکے دھارا کے ساتھ اکبر کے پاس روانہ کر دیا +

۹۸۷ھ میں بنگالہ میں پھر شورش ہوئی۔ اور یہ شورش اُمرائے دربار ہی کے باہمی نفاق کا نتیجہ تھی۔ ٹوڈر مل کو بھیجا گیا۔

اُس نے اپنے حسنِ تدبیر سے امن و امان قائم کیا۔ اَور ۹۸۹ھ میں واپس آیا۔ اَور دیوان کُل ہو گیا +

۹۹۰ھ میں ٹوڈر مل نے بادشاہ کا جشنِ ضیافت اپنے گھر میں انجام دیا۔ بادشاہ نے اس کے گھر پر جا کر اِس کی عزّت کو بڑھایا۔ ۹۹۳ھ میں اِسے چار ہزاری منصب عطا ہُوا۔ اِسی سال جب سواد وغیرہ کی مُہم میں بیربر مارا گیا تو اکبر نے اِسے روانہ کیا۔ اِس نے وہاں بھی اپنے حُسنِ تدبیر کے جَوہر دِکھائے +

۹۹۶ھ میں راجہ ٹوڈر مل نے کِسی کھتّری لڑکے کو اُس کی بد اعمالی کی سزا دی تھی۔ وُہ نَوجوان غُصّہ میں اندھا ہو گیا۔ رات کو گھات لگا کر بیٹھا رہا۔ جب ٹوڈر مل آیا۔ تو اُس نے تلوار کا وار کِیا۔ مگر خیریّت گُزری تفتیش ہونے پر حملہ آور اُس کے

ساتھیوں کو سزا دی گئی ۔

۹۹۷ھ میں بادشاہ کشمیر کو روانہ ہؤا۔ پنجاب کے انتظام کے لئے راجہ بھگوانداس کو لاہور میں مقرر کیا۔ اور ٹوڈرمل کو بھی یہاں رہنے کا حکم دیا۔ ٹوڈرمل بوڑھا ہو چکا تھا۔ بیمار ہو گیا۔ اور اپنے بنوائے ہوئے تالاب پر ڈیرا لگا دیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا ۔

شیخ ابو الفضل ٹوڈرمل کے حال میں یہ الفاظ تحریر کرتا ہے۔ کہ "راستی - درستی - مردانگی - معاملہ شناسی اور ہندوستان کی سربراہی میں یگانۂ روزگار تھا۔ اگر تعصب کی غلامی - دل کی کینہ وری - تقلید کی دوستی اور بات کی پیچ نہ کرتا تو بزرگانِ معنوی سے ہوتا۔ وہ راستی اور کم طمعی میں عمدہ خدمت گزار تھا۔ بغیر لالچ کے کاروبار کرتا تھا۔ کاش! کینہ کش اور انتقامی نہ ہوتا!

رہ بھی سہی۔ تعصب مذہبی چہرہ پر رنگ نہ پھیرتا۔ تو اتنا قابلِ ملامت نہ ہوتا۔ باوجود اس کے عام اہلِ زمانہ کو دیکھ کر کہنا چاہیئے کہ سیر دِلی اور بے طمعی کے ساتھ عزّ قدر بز کاردان اور قدردان خدمتگزار تھا۔ اور کم نظیر نہیں۔ بے نظیر تھا"۔

راجہ ٹوڈر مل دقائق سیاق اور علمِ حساب میں بے نظیر تھا۔ محاسبات کے کاموں میں خوب نکات پیدا کرتا تھا۔ آئینِ سلطنت ملک کی معموری۔ رعیّت کی آبادی۔ ضوابط و قوانینِ وزارت۔ حقوقِ بادشاہی کے اصول دفترِ دیوان کے دستور العمل۔ افزونیٔ خزانہ۔ مواجب سپاہ۔ مناصب اُمرا کے قواعد۔ رشتوں کی امنیت۔ تنخواہ۔ جاگیر وغیرہ اس کی یادگار ہیں۔ اور اگرچہ ان اُمور کی ترتیب میں میر فتح اللہ شیرازی۔ خواجہ شاہ منصور۔ مظفر خاں اور حکیم ابو الفتح

وغیرہ بھی اس کے ساتھ شامل رہتے تھے۔ اور بہت سے جزئیات ان لوگوں کے نکالے ہوئے بھی ہیں۔ مگر مشہور صرف راجہ ٹوڈر مل ہی کے نام سے ہیں ٭

۵۔ حسین خان ٹکریہ

اس شخص کا نام حسین خاں تھا۔ اور قوم افغان۔ جب یہ پنجاب کا صوبہ دار تھا۔ تو اس نے حکم دیا تھا کہ ہندو نشانِ امتیاز کے لئے کندھے کے پاس رنگین کپڑے کا ایک ٹکڑا ٹکوایا کریں۔ کپڑے کے ٹکڑے کو پنجابی میں "ٹاکی" کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی نسبت سے اہلِ لاہور نے اسے ٹکریہ کہنا شروع کر دیا۔ جو آخر اس کے نام کا جزو ہو گیا ٭

حُسین خاں ایک بہادر اور جری سردار تھا۔ اِس کے بے مثال تہوّر و شجاعت ہی نے اِسے اِس رُتبہ تک پُہنچایا کہ نورتنِ اکبری میں شُمار ہوتا ہے۔ معرکۂ جنگ میں اِس بے جگری سے حملہ کرتا اور دادِ شجاعت دیتا تھا کہ دوست دُشمن اور اپنے پرائے عش عش کرتے۔ اور بے ساختہ تحسین و آفرین کے کلمات زبان پر لاتے تھے۔ سخی۔ فیّاض۔ با مُروّت اور جواں مرد اِس درجہ کا تھا کہ جس قدر روپیہ آتا۔ سب لُٹا دیتا۔ بلکہ علاقہ سے ابھی روپیہ آتا بھی نہ تھا کہ لوگ چِٹّھیاں لے کر پُہنچ جاتے۔ اور وُہیں سے وصُول کر کے لے جاتے تھے۔ گھوڑوں کے سوداگر اکثر اِس کے پاس عُمدہ اصیل گھوڑے پچاس پچاس لاتے۔ جو کچھ وُہ کہتے یہ صِرف اِتنا کہہ کر کہ "تو دانی و خُدا" قیمت ادا کر دیتا۔ اور

گھوڑے اُسی وقت اُمرا و مصاحبین میں تقسیم
کر دیتا۔ شیخ عبدُالقادِر بدایُونی نے اکبر
اور اُمرائے دربارِ اکبر کے جو حالات لکھے
ہیں۔ اُن میں اُس نے ہر شخص کے اوصاف
آئینہ کی مانند نہایت صفائی سے بیان کئے
ہیں۔ ہر شخص کی خُوبی کو نہایت عُمدہ پیرایہ
میں بیان کِیا ہے۔ لیکن خُوبیوں کے ساتھ
ساتھ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمزوری
یا نُقص ہوتا ہے۔ اِس لیئے اُس کے قلم کے
خنجر کے چرکوں سے بھی کوئی شخص محفُوظ
نہیں۔ مگر صِرف ایک حُسین خاں ٹکریہ ہے
جِس کے مُتعلق سِوائے تعرِیف کے دُوسرا
کوئی لفظ اِس کے قلم سے بھی نہیں نِکلا۔
یہ مہدی قاسم خاں کا جو بہُت بڑا مُعزّز
سرداِر ہُوا ہے۔ داماد تھا +

حُسین خاں پہلے بیرم خاں کے پاس آ
کر مُلازِم ہُوا۔ اور اُسی وقت سے ہمایُوں

کے ساتھ رہنے لگا۔ جب ہمایوں نے ایران
سے واپس ہندوستان آتے ہوئے قندھار کا
محاصرہ کیا۔ تو اس کی بے نظیر شجاعت کے
جوہر زمانہ پر عیاں ہونے لگے۔ یہاں یہ
اس بے جگری سے لڑا کہ ہمایوں کو فتح
نصیب ہوئی۔ اور حسین خاں کا درجہ بڑھنے
لگا۔ غرضکہ ہر معرکہ میں یہ اپنی رستمانہ
شجاعت سے ہمایوں کے دل میں گھر کرتا
گیا ۔

ہمایوں کے بعد جب اکبر تخت نشین ہوا
تو اس کا اعتبار اور بھی بڑھ گیا ۔ جس
وقت اکبر کی فوج نے سکندر سوری کو
دباتے دباتے جالندھر کے پہاڑوں میں گھس
جانے پر مجبور کیا۔ اور وہ قلعۂ مان کوٹ
میں جم کر بیٹھ گیا۔ سرداران فوج روزانہ
لڑتے اور بہادری کے جوہر دکھلاتے تھے۔
کہتے ہیں کہ حسین خاں نے ان لڑائیوں میں

ایسے ایسے جوہرِ مردانگی دکھائے - کہ جن کی داد سوائے رُستم کے اور کوئی نہیں دے سکتا - یہ اِس بلا کی تلوار چلاتا تھا - کہ اِدھر سے اکبر اور اُدھر سکندر دیکھتے تھے - اور عش عش کرتے تھے - اِس کا جانباز اور بہادر بھائی حسن خاں اسی جنگ میں مردِ میدان کا خلعت لے کر سُرخروئی کے ساتھ دُنیا سے رُخصت ہُوا - ۹۶۵ھ میں جب اکبر اِس جنگ سے فارغ ہو کر دارالخلافہ کو چلا - تو پنجاب کا صوبہ حُسین خاں کو عنایت ہُوا ؎

۹۶۶ھ میں آگرہ سے رنتھنبور کے معرکہ میں شامل ہونے کے لئے چند دیگر سردارانِ نامی کے ہمراہ لشکر لے کر روانہ ہوا - سوپر کے مقام پر میدان ہُوا - اِس شیر دِل سردار نے متواتر ایسے زبردست حملے کئے کہ رانا رائے سُرجن کو قلعہ میں گھسنے پر مجبور کر

دیا۔ اور اِس قسم کا دباؤ ڈالا کہ رانا کا قافیہ تنگ ہو گیا۔ اِنہی دنوں میں اکبر اور بیرم خاں میں آن بَن ہو گئی۔ اور بیرم نے اکبر کی فوج کے مُقابلہ کی ٹھان لی۔ اور اپنے جاں نثار سرداروں کو بُلایا۔ بڑے بڑے نامی سردار بیرم خاں کے پروردہ اور ہوا خواہ تھے۔ جن میں پچیس تو پنج ہزاری منصب دار تھے۔ مگر بُرے وقت میں کون کسی کا ساتھ دیتا ہے۔ صِرف چھ سرداروں نے اِس کا ساتھ دیا۔ اِن میں حُسین خاں بھی تھا۔ حُسین خاں یہ بھی جانتا تھا۔ کہ جن اُمرا نے اکبر کو بیرم خاں سے برگشتہ کر دیا ہے۔ وُہ اِس کی نسبت سے میرے ساتھ کب بھلائی کر سکتے ہیں۔ اُس نے رانا کے مُحاصِرہ سے ہاتھ اُٹھایا۔ اور بیرم خاں کے پاس چلا گیا +

اکبر کی طرف سے خانِ اعظم مِرزا عزیز

کوکلتاش کا باپ خان اعظم اتگہ خان فوج لے کر بیرم خاں پر حملہ آور ہوا۔ گناچور کے میدان میں اکبر اور بیرم کی فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بیرم کے چھ سرداروں نے خوب دادِ شجاعت دی۔ جن میں سے چار زخمی ہو کر میدان میں گر پڑے اور اکبری لشکر کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ ان میں حسین خان بھی تھا۔ اس جنگ میں اس کی ایک آنکھ پر بھی زخم آیا۔ حسین خان جب اکبر کے سامنے پیش ہوا۔ بادشاہ اس کے سادہ پن۔ بہادری اور وفا شعاری کا قدردان تھا۔ اسے اس کے ماموں بھائی اور سالے یعنی مہدی قاسم خان کے بیٹے کے سپرد کیا گیا۔ جو دربار میں بااعتبار امیر تھا۔ کیونکہ اکبر کو یہ بھی خیال تھا کہ اکثر اُمرائے دربار بیرم کی وجہ سے اس کے مخالف ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے۔ چند روز کے بعد اکبر نے اسے پٹیالی کا علاقہ جو دریائے گنگا

کے کنارے سے ہے۔ عطا کیا +

سنہ ۹۷۴ھ میں مہدی قاسم خاں جو اِس کا ماموں بھی تھا۔ اور خسر بھی۔ حج کے لئے روانہ ہُوا۔ حُسین خاں اسے ساحل سمندر تک پہنچانے کے لئے گیا۔ جب واپس ہُوا تو ابراہیم حُسین مرزا وغیرہ تیموری شہزادوں نے اِس علاقہ میں لُوٹ مار سے آفت برپا کر رکھی تھی۔ یہ بے سرو سامان تھا۔ اِس لئے مُقرّب خاں دکنی کے ساتھ اِس نے قلعۂ ستواس میں پناہ لی۔ قلعہ میں سامانِ خوراک نہ تھا۔ یہ لوگ اونٹ گھوڑے سب کچھ کھا گئے۔ آخر مُقرّب خاں نے قلعہ ابراہیم حُسین مرزا کے حوالے کر دیا۔ اور خود سلام کے لئے اُس کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حُسین خاں کو بھی قول و قسم دے کر امان دی گئی۔ مگر یہ غیوُر اور بہادُر سردار سلام کے لئے اُس کے سامنے نہ

گیا کہ یہ میرے آقا اکبر کا باغی ہے۔ اِسے سلام نہ کرونگا۔ اُس نے اِسے اپنی رفاقت کے لئے بہت کچھ کہا سُنا اور لالچ دلایا۔ مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر اِسے اجازت دی گئی کہ جہاں چاہو۔ چلے جاؤ۔ اکبر کو ان واقعات کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ جب حسین خاں حاضر دربار ہُوا تو اکبر نہایت قدر دانی اور دلداری سے پیش آیا۔ قلعہ بندی کی مُصیبت نے خستہ حال کر دیا تھا۔ اسی سال تین ہزاری منصب اور شمس آباد کا علاقہ عطا ہُوا۔

اکبر نے جب خان زمان پر تیسری بار فوج کشی کی تو حُسین خاں کو لشکر اوّل کا ہراول دیا گیا۔ مگر چونکہ سنواس سے ابھی ابھی مُفلس و بد حال ہو کر آیا تھا۔ اس لئے فوج کو جلد تیار نہ کر سکا۔ اور جنگ میں شامل نہ ہُوا۔

۹۷۷ھ میں مہدی قاسم خان جب حج سے واپس آیا۔ تو لکھنؤ کا علاقہ جو حسین خان کی جاگیر میں تھا۔ اسے دیا گیا۔ حسین خان کی یہ خواہش تھی کہ مہدی قاسم خان یہ علاقہ لینے سے خود انکار کر دے۔ مگر اُس نے ایسا نہ کیا۔ اور لکھنؤ لے لیا۔ حسین خان نے ناراض ہو کر انتقام کے طور پر اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کر لی۔ حالانکہ مہدی قاسم خان کی بیٹی سے اُسے بیحد محبّت تھی۔ اُسے اُس کے بھائیوں کے پاس خیرآباد روانہ کر دیا۔ اِس صدمہ کے باعث ملازمت سے بھی بیزار ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اب صرف خُدا ہی کی ملازمت کرونگا +

جہاد کے ارادہ سے حسین خان کوہِ شوالک میں دُور تک بڑھتا چلا گیا۔ اور وہاں جا پہنچا۔ جہاں سونے چاندی کی کان

مُشک - ابریشم اَور مُلکِ تبت کی تمام
نفیس چیزیں ہوتی ہیں - یہ مقام بہت
بلندی پر تھا - اِس لیئے یہاں زور کی
آواز کے باعِث بارِش اَور برفباری شُروع
ہو جاتی ہے - جو اکثر اَیسے بلند مقامات پر
ہؤا کرتا ہے - جب وہاں گھوڑوں کے
ہِنہنانے کی آواز - لوگوں کا شور اَور نقاروں
کا غُل ہؤا تو برف پڑنی شُروع ہو گئی -
اناج اَور گھاس کے ایک ایک دانہ اور پتّہ
کے لیئے لوگ مُحتاج ہو گئے - یہ ہر چند اِنہیں
آگے بڑھنے کا لالچ دِلاتا رہا - مگر کسی نے
نہ مانا - لوگوں نے اُس کے گھوڑے کی
باگ پکڑ کر زبردستی اُسے واپس کیا - پہاڑی
لوگوں نے جنہیں یہ شکست دے کر بڑھا
چلا جاتا تھا - آ کر رستہ روکا - پتھروں کی
بارِش کی - اور اَیسے تیروں کا مینہ برسایا -
جن کے پیکان زہریلی ہڈیوں کے تھے - جِسے

بڑے بہادر مارے گئے۔ اور جو زندہ بچ کر آئے۔ وہ بھی زخموں کے زہر کے باعث پانچ پانچ چھ چھ ماہ کے بعد مر گئے۔ حسین خاں پھر حاضر دربار ہوا۔ اکبر نے اظہار افسوس کیا۔ اس نے کانت گولہ کا علاقہ جاگیر مانگا۔ جو دامن کوہ میں ہے۔ تاکہ پہاڑی لوگوں سے انتقام لے سکے۔ درخواست منظور ہوئی۔ لیکن کامیابی اب کے بھی نہ ہوئی +

۹۸۰ھ میں جب اکبر خانِ اعظم کو محاصرہ سے نجات دلانے کے لئے خود یلغار کرتا ہوا ستائیس دن کا راستہ سات یوم میں طے کرکے گجرات پہنچا۔ تو حسین خاں بھی ہمراہ تھا۔ اکبر کا یہ معرکہ بڑا مشہور ہے۔ یہاں ایسے ایسے گھمسان کے رن پڑے۔ کہ بڑے بڑے دلاوروں کا زہرہ آب ہوتا ہوتا تھا۔ حسین خاں نے یہاں اپنی عدیم النظیر

مردانگی کے وہ وہ جوہر دکھائے - کہ جن کے دیکھنے سے اکبر تڑپ جاتا تھا - چنانچہ اکبر نے خوش ہو کر اپنے خاصہ کی مشہور تلوار جس کا خطاب "ہلاکی" تھا عطا فرمائی*
اکبر گجرات میں تھا کہ ابراہیم حسین مرزا لوٹ مار کرتا میدان خالی پا کر ہندوستان میں گھس آیا - اس کے آنے سے ملک میں زلزلہ سا آ گیا - آگرہ میں اس وقت مخدوم الملک اور راجہ بھارا مل وکیلِ مطلق تھے - انہوں نے حسین خاں کو لکھا کہ جلد پہنچ کر اسے روکے - حسین خاں اس وقت اپنی جاگیر کانت گولہ میں تھا - اور ایسے معرکوں پر جان دیتا تھا - خط ملتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور چل دیا - راستہ میں اطلاع ملی کہ راجہ اولیر جو ابتدا سے نواحِ آگرہ میں لوٹ مار اور فساد کرتا رہتا ہے - رہزنی کر رہا ہے - اور بڑے بڑے

بہادروں کو شکستیں دے چکا ہے - اِس
وقت نوراہے کے جنگل میں چھپا ہُوا ہے-
راجہ اویلر نے جنگل کے درختوں پر تختے
باندھ کر اپنے سپاہیوں کو بٹھایا ہُوا تھا-
ماہِ رمضان کی ۱۵- تاریخ تھی - حُسین خاں
خُود اَور اُس کے ہمراہی روزہ سے تھے-
دوپہر کا وقت تھا کہ یکایک گولی چلنی شُروع
ہو گئی - اَور تیروں کا مینہ برسنے لگا- لڑائی
کے شُروع ہی میں حُسین خاں کے زانو کے
نیچے گولی لگی - جو ران میں چلی گئی - اِسے
ضُعف آگیا - اَور گھوڑے پر سے گرنے ہی
کو تھا کہ مردانگی سے پھر سنبھلا - ہمراہیوں
نے خیال کیا کہ روزے کا ضُعف ہے -
اَور گھوڑے کو پکڑ کر ایک طرف لے
چلے - اِس نے آنکھ کھولی اَور ڈپٹ کر
کہا کہ چھوڑ دو - اَور گھوڑوں سے اُتر
پڑو - اُس کے سپاہی گھوڑوں سے اُتر

پڑے - اور ایسی خونریز لڑائی ہوئی - کہ کُشتوں کے پُشتے لگ گئے - آخر شام کے وقت دُشمن بھاگ نکلا - اور اِس کی فوج کو فتح نصیب ہوئی ۔

حُسین خاں کے زخم کاری آیا تھا - یہ وہاں سے کانٹ گولہ چلا گیا - تا کہ سامان درُست کرے - اِتنے میں خبر ملی کہ ابراہیم حُسین مرزا لکھنؤ کے علاقہ میں آ پہنچا ہے - یہ سُنتے ہی پالکی میں بیٹھ کر پھر چل کھڑا ہُوا - مرزا بانس بریلی کو نکل گیا اور یہ اُس کے پیچھے یلغار کرتا ہُوا چلا - غرض مرزا آگے آگے اور حُسین خاں پیچھے پیچھے کوئی پانسو میل کے قریب چلے گئے - اور آخر مُلتان کے علاقہ میں حُسین مرزا اکبر کے آدمیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا ۔

۹۸۲ھ میں پٹنہ کی مُہم کا سپہ سالار خان خاناں مُنعم خاں تھا - اور اکبر بھوج پور

کے علاقہ میں دَورہ کر رہا تھا۔ بادشاہ نے قاسم علی خاں کو روانہ کِیا۔ کہ معرکۂ جنگ کو بچشمِ خُود دیکھ کر رپورٹ کرے کہ کون کَون سردار جاںفشانی سے کام کرتا ہے؟ اُس نے واپس آکر سب حالات بیان کیئے۔ جب اکبر نے حُسین خاں کے مُتعلق دریافت کِیا تو جواب مِلا کہ وُہ اِس وقت اودھ کے علاقہ میں لُوٹ مار کرتا پھرتا ہے۔ بادشاہ اِس بات سے بہُت ناراض ہُوا۔ جب کُچھ عرصہ کے بعد اکبر دِلّی آیا۔ تو حُسین خان بھی پٹیالی میں آیا ہُوا تھا۔ مُلازمت کے کے لیئے حاضر ہُوا۔ تو سُنا کہ مُجرا بند ہے۔ اَور شہباز خاں کو حُکم ہے کہ اگر آئے۔ طناب دولتخانہ سے باہر نِکال دِیا جائے۔ حُسین خاں قدیمی جاں نثار تھا۔ اُسے اِس بات سے بڑا رنج ہُوا۔ اُس کے پاس ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو کُچھ بھی سامانِ امارت تھا

سب لُٹا دیا - کچھ ہمایوں کے مقبرہ کے مجاوروں کو دے دیا - کچھ مدرسہ اور خانقاہوں کے غربا میں تقسیم کیا - خود گلے میں کفنی پہن کر فقیر ہوگیا کہ ہمایوں کے مقبرہ پر جھاڑو دیا کرونگا - اِسی نے مجھے مُلازم رکھا تھا - اور یہی میرا قدردان تھا - جب اکبر کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی - تو وہ پھر مہربان ہو گیا - اور ترکش خاص کا تیر پروانگی کے لئے بھیجا - کانت گولہ اور پیتالی کی جاگیر جو ایک کروڑ بیس لاکھ دام کی تھی - پھر ایک فصل کے لئے عطا کی - اور حکم دیا کہ جب سوار داغ اور محلہ پر حاضر کریگا - تو تنخواہ جاگیر کے لائق پائے گا - مگر اِس لکھ لُٹ سخی اور با مروت بہادر کے پاس سوار اور روپیہ کہاں تھا ؟

سنہ ۹۸۲ھ میں جب آئینِ داغ و محلہ کی

پابندی نہ کر سکا۔ اور اُس کے لئے اپنی
سخاوت سے روپیہ نہ بچا سکا۔ تو پھر لُوٹ
مار پر آمادہ ہو گیا۔ بسنت پُور کے قریب
ایک جنگ میں حُسین خاں کے شانہ پر
کاری زخم لگا۔ اِدھر اکبر کو اُس کے باغی
ہونے کی اِطّلاع مِلی۔ حُسین خاں بنگالہ میں
مُنعم خاں کے پاس جانا چاہتا تھا۔ مگر اکبر
کے آدمیوں نے اِسے بارا کے مقام پر
روک لیا۔ اور اکبر کے پاس لے آئے۔
اکبر نے اِسے صادق محمّد خاں امیر کے ہاں
اُتارنے کا حُکم دِیا۔ زخم کے عِلاج کے لئے
بادشاہ کے حُکم سے شیخ مِہتا طبیب فتح پُور
سے بُلایا گیا۔ جب اُس نے دیکھ کر اکبر کی
خِدمت میں عرض کی کہ زخم خطرناک ہے۔
تو بادشاہ نے حکیم عین المُلک کو روانہ کیا۔
شاہی جرّاح نے جب پٹّی بار لینے کے لئے
زخم کو دیکھا۔ تو اُس میں بالِشت بھر سلائی

جاتی تھی - مگر یہ اِس حالت میں بھی مُسکراتا ہی نظر آتا تھا - آخر اِسی صدمہ سے فوت ہو گیا +

حُسین خان سیدھا سادھا - بے ریا - وفا شعار - قَول کا پکّا - با مُروّت - سخی - امیرانہ مِزاج - پابندِ صَوم و صلوٰۃ - تلوار کا دھنی اَور مردِ مَیدان سردار تھا - تہجّد کی نماز بھی کبھی قضا نہ ہونے دیتا تھا - سخی اِس درجہ کا تھا کہ رستہ چلتے چلتے سب کُچھ لُٹا دیتا - اَور آخر گھوڑا بھی دے کر پَیدل ہو جاتا تھا - اَور بسا اَوقات ہمراہی مُلازِموں کا سامان وغَیرہ بھی خَیرات میں لُٹا دیتا تھا - جب فَوت ہُوا - تو صِرف ڈیڑھ لاکھ روپَیہ قرض نِکلا - اِس نے قرضخواہوں سے ہمیشہ نیکی اَور خُوش مُعاملگی کا سلوک کیا تھا - وُہ سب آئے - اَور خُوشی خُوشی تمسّک لے کر پھاڑ دِئے - اَور اِسے دُعائے مغفرت دیتے

ہوئے چلے گئے۔ خیال کرنے کی جگہ ہے کہ اس کی نیکیاں اور شرافت لوگوں کے دلوں میں کس درجہ گھر کئے ہوئے تھیں۔

حسین خان کا بیٹا یوسف خان جہانگیر کے دربار میں با اعتبار امیر تھا جو دکن میں بڑی بڑی بہادری دکھاتا رہا۔ یوسف خان کا بیٹا یعنی حسین خان کا پوتا عزت خان تھا۔ جو شاہجہان کے عہد میں حق خدمت ادا کرتا رہا۔

۱۶۔ ملک الشعراء ابو الفیض فیضی فیاضی

نام ابو الفیض۔ فیضی اور فیاضی تخلص۔ ملک الشعراء خطاب۔ ذات شیخ۔ وطن چار باغ

آگرہ - تاریخ پیدائش ۹۵۴ھ - باپ کا نام شیخ مبارک ؀

شیخ مبارک کا اصل نام شیخ مبارک اللہ تھا - مگر عام طور پر اسے شیخ مبارک لکھتے ہیں - اور شیخ ان کا خاندانی لقب تھا - شیخ مبارک کے اسلاف ملکِ یمن سے نویں صدی ہجری میں قصبہ ریل علاقہ سندھ میں آ کر مقیم ہوئے - ان کے اجداد میں سے جو شخص یمن سے آیا اس کا نام موسےٰ تھا - شیخ مبارک موسےٰ سے پانچویں پشت میں ہوا ہے - دسویں صدی ہجری کے شروع میں شیخ مبارک کا باپ شیخ خضر قصبہ ناگور میں چلا آیا - جو اجمیر کے شمال مغرب میں ہے - ۹۱۱ھ میں شیخ مبارک پیدا ہوا - باپ نے اس کی تعلیم کا اعلےٰ انتظام کیا - اس نے چودہ برس کی عمر میں علوم رسمی حاصل کر لئے - اور ہر ایک

علم میں ایک ایک متن یاد کرایا۔ والدین کے
فوت ہو جانے کے بعد شیخ مبارک احمد آباد
گجرات میں چلا گیا۔ ۶۔ محرم ۹۵۰ھ کو
چار باغ آگرہ میں آکر مقیم ہوا۔ چار باغ
کا قصبہ شہر آگرہ کے سامنے دریا کے
اُس پار واقع ہے۔ اِس قصبہ کا نام پہلے
ہشت بہشت اور پھر نور افشاں ہوا۔
اب رام باغ کہلاتا ہے۔ یہیں ایک قریشی
گھرانے میں شیخ مبارک نے شادی کی۔
اولاد میں آٹھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔
سب سے بڑا بیٹا فیضی تھا۔ اور اُس سے
چھوٹا ابو الفضل۔ شیخ مبارک علمائے عصر میں
مشہور اور ممتاز شخصیت رکھتا تھا۔ اِس
کے سلسلۂ درس و تدریس نے بڑے
بڑے عالم پیدا کئے۔ ۱۰۲۲ھ میں فوت
ہو کر فتح پور سیکری میں دفن کیا گیا +
فیضی نے علم و فضل باپ ہی سے

حاصل کیا۔ ایشیا کے تمام مروجہ علوم عقلی
و نقلی میں مہارت تامہ حاصل کی۔ لیکن
فن شعر میں تو اس نے وہ کمال دکھایا۔
کہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔
فن طب میں بھی خوب ماہر تھا۔ مگر
اسے ذریعۂ معاش نہ بنایا۔ بلکہ مفت علاج
کرتا تھا۔ اور جب ذرا مقدرت حاصل
ہوئی۔ تو دوا بھی بغیر قیمت کے اپنے
پاس سے دیتا تھا۔ بلکہ زیادہ دستگاہ ہوئی
تو رفاہِ عام کے لئے ایک شفا خانہ بھی
قائم کر دیا +

یہ شخص علم و فضل میں درجۂ کمال رکھنے
کے باوجود نہایت شگفتہ مزاج۔ خوش طبع
اور خندہ جبیں تھا۔ مزاج میں شوخی اور
ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بلند
خیال شاعر تھا۔ عقل و دانش اور فہم و
ادراک کے زیور سے آراستہ +

شیخ مُبارک ایک تو خود دار شخص تھا۔ دُوسرے اُس کے مُخالف بہت تھے۔ جن میں زیادہ عُلما و فُضلا ہی تھے۔ اِس لئے مُصیبتوں سے کبھی چُھٹکارا نہ ہوتا تھا۔ اَور نہایت تنگدستی اَور افلاس سے گُزرِ اَوقات ہوتی تھی۔ آخر فَیضی کے کلامِ بلاغت نظام نے شُہرت حاصِل کی۔ یہاں تک کہ اکبر کو اِطّلاع ہُوئی +

۹۷۴ھ کو اکبر کے دربار میں کسی تقریب سے فَیضی کا ذِکر آیا۔ اکبر نے اِسے طلب فرمایا۔ اِس مَوقع پر بھی حاسِدوں نے اِس حسنِ طلب کو عتاب کی طلبی ظاہر کیا۔ چُنانچہ سرکاری آدمی چند سوار لے کر رات کے وقت اُس کے مکان پر پُہنچے۔ اَور رات ہی کے وقت فَیضی کو لے کر چل دِئے۔ جب فَیضی دربار میں پُہنچا۔ تو اکبر جس جگہ بَیٹھا ہُوا تھا۔ اُس کے گِرد جالی

کا کٹہرا تھا۔ اور ہر شخص جالی کے باہر کھڑے ہو کر بات کرتا تھا۔ فیضی نے خیال کیا کہ اِس طرح کلام کا لطف نہ آئیگا۔ چنانچہ یہ قطعہ پڑھا۔ ؎

بادشاہا درُونِ پنجرہ ام
از سرِ لطفِ خود مرا جا دِہ
زانکہ من طوطئے شکر خایم
جائے طوطی درُونِ پنجرہ بہ

اکبر فیضی کی اِس حاضِر کلامی سے نہایت خُوش ہُوا۔ اور کٹہرہ کے اندر اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی۔ وہاں پہُنچ کر فیضی نے بادشاہ کی شان میں قصِیدہ پڑھا۔ جس کے ایک سَو ستانوے شعر ہیں۔ اور مطلع یہ ہے۔ ؎

سحر نوید رساں قاصدِ سلیمانی
رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

یہ قصِیدہ فیضی نے گھر سے روانہ ہونے

کے بعد راستہ ہی میں تیار کیا تھا۔ اِس لِئے اُن لوگوں کی سختی کا بھی ذکر ہے جو اِسے لینے گئے تھے۔ اپنے اَور اپنے خاندان کے اِضطراب کو بھی نہایت عُمدہ پَیرایہ میں ظاہر کیا ہے +

فَیضی کے کلام نے بادشاہ پر اَیسا اثر کیا کہ تھوڑے دنوں میں اُس نے اکبر کے دِل میں اعلےٰ درجہ کا اِعتبار پَیدا کر لیا۔ چُنانچہ ابُو الفضل اِس کا چھوٹا بھائی بھی دربار میں بُلا لیا گیا۔ اَور یہاں تک نَوبت پہُنچی کہ سلطنت کی مُہمّات میں اِن دونو بھائیوں کے مشورہ کے بغیر کوئی بات نہ ہوتی تھی +

فَیضی شاعِر تھا۔ اَور اکبر نے بھی اِس لحاظ سے اِس سے کوئی مُلکی اَور مالی خِدمت نہیں لی۔ صِرف چند ایک مواقع پر اِس کی قابلیت سے فائدہ اُٹھایا گیا۔ اِس وقت

تک سرکاری دفاتر میں یہ دستور تھا کہ جہاں کوئی افغان یا تُرک اہلکار ہوتا۔ وُہ فارسی یا تُرکی میں دفتر کے کاغذات مُرتب کرتا۔ اور جہاں کوئی ہندو اہلکار ہوتا۔ وُہ ہندی میں۔ چُنانچہ دفاتر کی اِصلاح کے لئے راجہ ٹوڈر مل۔ میر فتح اللہ۔ حکیم ابُو الفتح۔ حکیم ہمام۔ نظام الدین بخشی مُقرر ہُوئے۔ تو اِن کے ساتھ فیضی بھی تھا۔

سنہ ۹۹۰ھ میں کالنجر۔ آگرہ اَور کالپی کی معافی کی تحقیقات کے لئے صدرُ الصّدور کا عُہدہ عطا ہُوا۔ اَور سنہ ۹۹۹ھ میں راجی علی خان حاکِم خاندیس اَور بُرہانُ المُلک کے پاس جو سفارت بھیجی گئی۔ اِس کی خدمت بھی فیضی کے سپُرد ہُوئی۔ چُنانچہ سنہ ۱۰۰۱ھ میں ایک سال ساڑھے آٹھ مہینے کے بعد اِن ہر دو سفارتوں کا سرانجام کر کے واپس دربار میں حاضر ہُوا۔

جب کوئی شاہزادہ پڑھنے کے قابل ہوتا
تھا۔ تو اُس کی اُستادی کا فخر فیضی ہی
کو عطا کیا جاتا تھا۔ چُنانچہ سلیم۔ مُراد
اور دانیال فیضی ہی کے شاگرد تھے۔ اور
اسے بھی اس بات پر بڑا ناز تھا +

۹۹۶ھ میں اسے "مَلِک الشُّعرا" کا خطاب
ملا۔ جو اُس وقت بہت بڑا خطاب خیال
کیا جاتا تھا۔ کیونکہ شاہانِ چغتائیہ نے اس سے
پہلے صرف ایک شخص غزالی شہیدی کو یہ
خطاب دیا تھا۔ اور اب فیضی کو عطا ہُوا۔
اور لُطف یہ کہ حصُولِ خطاب کے لئے
اس نے خُود درخواست نہ کی تھی +

پُورے چالیس سال شعر کہنے کے بعد
۱۰۰۳ھ میں کئی ایسے امراض میں مُبتلا ہُوا
جو ایک دُوسرے کی ضد تھے۔ ضیق النّفس۔
استسقا۔ خُونی قے۔ ہاتھ پاؤں کا ورم۔
مُسلسل چھ مہینے بیمار رہ کر ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ

کو فوت ہو گیا۔ مرنے سے دو روز پہلے بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ چنانچہ اکبر خود عیادت کے لئے آیا +

فیضی جہاں بے شمار صفات سے متصف تھا۔ وہاں مذہب سے بالکل بیگانہ تھا بلکہ مذہب میں رخنے نکالتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اکبر کو بھی انہی دونو بھائیوں کی صحبت نے مذہب سے بیگانہ کر دیا تھا۔ اور وہ دین الٰہی کا حامل بن کر اپنے آپ کو سجدہ کرانے لگ گیا تھا +

فیضی کی تصانیف سے ایک سو ایک مشہور کتاب بیان کی جاتی ہے۔ مگر بعض عالموں کا خیال ہے کہ اس کی تصانیف اس تعداد سے زیادہ تھیں۔ اس کے دیوان اور مثنوی میں بیس ہزار سے زیادہ شعر ہیں۔ اکبر کی فرمائش پر اس نے خمسہ نظامی کے جواب میں پانچ مثنویاں لکھیں۔ مخزن اسرار کے

مقابلہ میں مرکز دوائر تین ہزار شعر میں خُسرو و شیریں کے مُقابلہ میں سُلیمان بلقیس چار ہزار شعر۔ لیلے مجنُوں کے مُقابلہ میں مثنوی نل دمن چار ہزار دو سَو شعر۔ ہفت پیکر کے مُقابلہ میں ہفت کشور پانچ ہزار شعر۔ سکندر نامہ کے مُقابلہ میں اکبر نامہ سات ہزار شعر کا ارادہ تھا۔ مگر نامکمل رہا۔ گیتا کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا +

علاوہ ازیں نثر کی بڑی بڑی زبردست کتابیں ہیں۔ جن میں بہت زیادہ مشہور تفسیر سواطع الالہام ہے۔ اس قدر ضخیم کتاب اور اس میں تمام حرُوف غیر منقُوط ہیں۔ ساری کتاب میں ایک حرف بھی نُقطے والا نہیں آیا۔ قریباً ایک ہزار شعر کا دیباچہ ہے۔ وہ بھی غیر منقُوط۔ دُوسری کتاب موارد الکلم ہے۔ اور اس میں بھی تمام الفاظ غیر منقُوط حرُوف کے ہیں۔ یہ کتاب

پند و نصائح میں ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے فقروں میں مطالب ادا کئے گئے ہیں +

فیضی بڑا سخی۔ با مُروّت۔ مہمان نواز اور علما و شُعرا کا قدر دان تھا۔ اکثر عُلما اور فضلا اِسی کے پاس آکر مقیم ہوتے تھے۔ اور یہ اُنہیں حتےّ المقدُور بادشاہ کے پاس پہنچا کر اِنعام و اِکرام دِلواتا تھا۔ اور خُود بھی ہر طرح کی خِدمت کرتا تھا۔ چُنانچہ فارسی کا مشہُورِ انام شاعر "عُرفی" بھی جب یہاں آیا۔ تو پہلے اِسی کے پاس آکر مُقیم ہُوا۔ اِس کا دسترخوان وسیع تھا۔ اور دِیوان خانہ عُلما و فُضلا کا ٹھکانہ۔ جہاں ہر وقت عِلمی مشغلوں اور شِگفتہ مزاجیوں کا بازار گرم رہتا تھا +

مرنے سے پہلے ضِیق النفس سے تنگ آکر بیماری کی حالت میں یہ رُباعی کہی۔

ع

دیدی کہ فلک بمن چہ نیرنگی کرد
مرغِ دلم از قفس بد آہنگی کرد
آں سینہ کہ عالمے درو می گنجید
تا نیم نفس بر آرم تنگی کرد

۷۔ علامہ شیخ ابوالفضل

شیخ ابو الفضل نام۔ فیضی کا چھوٹا بھائی تھا۔ ۶۔ محرّم ۹۵۸ھ کو چار باغ آگرہ میں پیدا ہُوا۔ سال سوا سال ہی کی عُمر میں باتیں کرنا شروع کر دیں۔ پانچ سال کی عُمر میں تحصیلِ علم میں مشغول تھا۔ اور اچھا خاصہ سمجھ دار۔ علم اپنے باپ ہی سے حاصل کیا۔ پندرہ سال کی عُمر میں فارغ التحصیل ہو کر باپ کے علمی ورثہ کا مالک بن گیا۔

ابُو الفضل اپنے ہم عُمر عُلما و فُضلا میں ایک باکمال شخص ہُوا ہے۔ اگر اِس عالی دِماغ کو مملکتِ اِنشا پردازی کا مُطلق العِنان بادشاہ کہا جائے تو بیجا نہیں۔ اِس عالمِ مُتبحّر کے تبحّرِ علم کا مُقابلہ سلاطینِ ہند کا کوئی عالم نہیں کر سکتا۔ نو رتنِ اکبری میں جہاں شانِ امارت کے لحاظ سے خانخانان کا جواب نہیں۔ وہاں علم و فضل کے لحاظ سے ابُو الفضل کے مُقابلہ کا بھی دُوسرا کوئی شخص نہیں۔ یہ اکبر کے دربار میں علّامہ کے خِطاب سے مُخاطب تھا۔ نورتنِ اکبری میں حکیم ابُو الفتح اور حکیم ہمام وغیرہ صِرف عالم ہی تھے۔ مگر یہ شخص تدبّر و رسیاست میں تمام اُمرا پر فضیلت رکھتا تھا۔ اور چند مُوقع پر معرکۂ جنگ میں دادِ شجاعت دے کر اور سپاہیانہ شمشیر زنی کے جَوہر بھی دِکھا کر اپنے آپ کو ایک لاجواب

ہستی ثابت کر چکا ہے۔ ابو الفضل زمانہ کا مزاج شناس۔ صاحب لیاقت۔ خوش گو اور ظریفِ متین تھا۔

اپنے بھائی فیضی سے قریباً سات سال بعد ۹۸۱ھ میں جبکہ اس کی عمر بیس برس کی تھی۔ اکبر کے دربار میں پہنچا۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے اوصاف کی بدولت اکبر کے دل کو ہاتھ میں لے لیا۔ اُس وقت ان دونو بھائیوں کا دربارِ اکبر میں طوطی بولتا تھا۔ اور سلطنت کا کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا معاملہ ایسا نہ ہوتا تھا۔ جو ان کی رائے کے بغیر طے ہو جائے۔

اکبر قیودِ مذاہب سے آزاد رہنا چاہتا تھا۔ اور اُس وقت کے درباری عالم شیخ عبد القادر بدایونی وغیرہ اسے علم کے اثر سے باز رکھتے تھے۔ لیکن جب فیضی اور ابو الفضل

کی دربار میں رسائی ہوئی - جو خود بھی اپنے
مبارک باپ کی مانند بد اعتقاد تھے - تو
اِن کے تبحّرِ علم کے باعث اِس کے خیالات
کو تقویت پہنچی - کیونکہ دیگر علماء بحث و
مباحثہ میں اِن کی منطقوں کا مقابلہ بھی نہ
کر سکتے ہونگے - اور دُوسرے سب سے بڑی
بات یہ تھی - کہ خُود اکبر مذہب سے بیگانہ
تھا - اِس لئے بادشاہ کے خیالات پر اِنھوں
نے پُوری طرح قابُو پا لیا - اور وُہ اِن کی
طرف زیادہ مائل ہو گیا - اِنھوں نے دینِ
الٰہی ایجاد کیا - جس کی رُو سے اکبر کو سجدہ
کرنا جائز قرار دیا گیا - اگرچہ اکبر کی اِس
بد اعتقادی کے فیضی - بیربر - اور ابُوالفضل
تینوں ذمّہ وار تھے مگر ابُوالفضل کی حیثیت
اِن میں زیادہ نُمایاں ہے +

ابُوالفضل قلم کا مالک تھا - چنانچہ قدرشناس
اکبر کو اِس پر پُورا پُورا اعتقاد ہو گیا - اور

دارُ الاِنشاء کی خدمت اِس کے سپُرد کی گئی اَور مُہمّاتِ سلطنت کی تارِیخ بھی اِس کے اِہتمام میں دے دی گئی۔ ہر قِسم کے صلاح و مشورہ میں اِس کی رائے نہایت ضرُوری خیال کی جاتی تھی۔ ۹۹۳ھ کے جشن میں اُبو الفضل کو ہزاری منصب عطا کیا گیا۔ ۹۹۷ھ میں لاہور میں اِس کی والدہ فَوت ہُوئی۔ تو اکبر نے بڑی دِلداری اَور غمگساری سے صبر کی تلقین کی۔ ۹۹۹ھ میں اِس کے فرزند عبدُ الرّحمٰن کے ہاں لڑکا پَیدا ہُوا۔ تو اکبر نے خُود اُس کا نام "پشوتن" رکھا۔ اِسی سال شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر کے بیٹے خُسرو کے بیٹے کی بِسمِ اللہ ہُوئی۔ پہلے اکبر نے خُود اِسے کہا کہ کہو الف۔ اَور اِس کے بعد اُبو الفضل کے سپُرد کر دیا۔ کہ اِسے روزانہ پڑھایا کرو۔ چند دِنوں کے بعد اُبو الفضل نے اِسے اپنے

چھوٹے بھائی ابُو الخیر کے سپُرد کر دیا +
۱۰۰۴ھ سے ۱۰۰۶ھ دو سال تک ابُو الفضل اپنے مرحُوم بھائی فیضی کی تصانیف کو ترتیب دیتا رہا - اور اِسی عرصہ میں دو ہزاری کے منصب پر ترقّی پائی +

ایک دو دفعہ اکبر اِس پر ناراض بھی ہُوا - اوّل اِس بات پر کہ اِس نے باپ کی تصنیف کردہ تفسیر قُرآن شریف کی نقلیں کرکے رُوم و ایران اور تُوران میں بھیجیں - دربار کے اکثر اُمرا اِس کے مُخالف تھے - اُنھوں نے اکبر کے دِل میں خُدا جانے کیا ظن ڈال دیا کہ وُہ ناراض ہو گیا - پھر ۱۰۰۵ھ میں کشمیر جاتے ہُوئے راجوری کے مقام پر شہزادہ سلیم بغیر اجازت کے حاضرِ درگاہ ہونے پر چند روز کے لئے معتُوب ہُوا - تو ابُو الفضل بھی اِس میں شامِل تھا - پھر شہزادہ ہی کے باعث

معافی بھی مل گئی۔ اِس کے علاوہ اکبر کو بھی اِس کی عقل و تدبیر اور نیک نیتی پر پُورا پُورا بھروسا تھا ؁

۱۰۰۷ھ میں بادشاہ نے ابُوالفضل کو دکن کی مُہم پر روانہ کیا۔ جہاں شہزادہ مراد کی شراب خوری سے کام بگڑ رہا تھا۔ اِس نے کئی اُلجھے ہُوئے مُعامِلات کو اپنے حُسنِ تدبیر سے سُلجھایا۔ تلتم کا قلعہ اور دولت وغیرہ قبضہ میں آئے۔ اِس کا بیٹا عبدُالرّحمٰن بھی فوج لے کر معرکہ آرائیاں کرتا رہا۔ اِس کی تحریر و تدبیر سے علاقہ کے حاکم دربار کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اِنھی دنوں میں بادشاہ نے اِسے چار ہزاری منصب عطا کیا۔ راجی علی خان کے جو بڑا مُعزّز سردار تھا۔ پوتے صفدر خاں کو جو ابُوالفضل کا ہمشیرہ زادہ تھا۔ ہزاری منصب عطا ہُوا۔

رکھ خاندانی سردار زادہ ہے +

۱۰۰۹ھ مطابق ۱۶۰۱ء میں قلعۂ آسیر فتح ہُوا۔ یہ قلعہ پہاڑ کے اُوپر نہایت مستحکم بنا ہُوا تھا۔ اِس کے نیچے ایک اور قلعہ مالی تھا۔ جس سے ہو کر آسیر میں داخل ہوتے تھے۔ اِس لئے اِس کا فتح ہونا نہایت دشوار تھا۔ ابُو الفضل نے اِس میں داخل ہونے کا ایک راستہ نکالا۔ رات کے وقت فوج اِس چور راستہ سے نہایت جانفشانی کے ساتھ قلعہ مالی میں داخل ہو گئی۔ اور جب اُس نے نقارہ بجایا۔ تو اِدھر سے فصیل پر کمندیں ڈال کر فوج نے چڑھنا شرُوع کر دِیا۔ کمند کے ذریعہ سے سب سے پہلے جو شخص چڑھا۔ وُہ ابُو الفضل تھا۔ اِس قلعہ پر قبضہ ہونے پر آسیر بھی آسانی سے فتح ہو گیا +

۱۰۰۹ھ میں ابُو الفضل کو بیس ہاتھی مع

ہتھنال اَور دس اصیل گھوڑے بادشاہ نے عطا کیئے۔ اَور اِس کے پاس دکن میں بھیجے۔ سنہ ۱۰۱۰ھ میں خاصہ کا گھوڑا اَور ایک گھوڑا اُس کے بیٹے عبدُ الرّحمٰن کو۔ چند دِنوں کے بعد بیس گھوڑے اَور عطا ہُوئے۔ ایک گھوڑا پھر بھیجا۔ اِس کے بعد پچاس ہزار روپیہ اِنعام دِیا گیا۔ اَور اِسی سال پنج ہزاری منصب عطا ہُوا ✤

سنہ ۱۰۱۱ھ مُطابق سنہ ۱۶۰۲ء میں شہزادہ جہانگیر اکبر سے بگڑ بیٹھا۔ اَور الہ آباد میں خُود سری دِکھانے لگا۔ اکبر کو خیال ہُوا۔ کہ بعض اُمرائے دربار بھی شاید اِس سازش میں شریک ہوں۔ کیونکہ یہ ولیعہد بھی تھا۔ اَور راجہ مان سنگھ کی بہن جہانگیر سے بیاہی ہُوئی تھی۔ اِس کے بطن سے خُسرو تھا۔ جو خانِ اعظم مرزا کوکلتاش کا داماد تھا۔ اِس لیئے اکبر کو اِن اُمرا پر بھروسا نہ

تھا۔ چنانچہ اُس نے ابُو الفضل کو حکم بھیجا۔ کہ احمد نگر میں مُہم کا کار و بار اَور لشکر اپنے بیٹے عبدُ الرّحمٰن کے سپُرد کرکے جلد دربار میں حاضر ہو جاؤ ٭

دُوسری طرف جہانگیر ابُو الفضل سے ناراض تھا۔ وُہ اِسے اپنے خلاف چُغل خور خیال کرتا تھا۔ اَور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ابُو الفضل اِس وقت دربار میں آ پُہنچا۔ تو باپ کی ناراضگی اَور بھی بڑھ جائیگی۔ اَور میرا کام خراب ہو جائیگا۔ جب اُسے خبر رسانوں نے اِطلاع دی کہ ابُو الفضل دکن سے دربار کی طرف تنہا روانہ ہو گیا ہے۔ تو اُس نے راجہ نر سِنگھ دیو کو جو راجہ مدھکر کا بیٹا تھا۔ اَور اِن دنوں راہزنی کرتا تھا۔ اَور بغاوت میں جہانگیر کے ساتھ تھا۔ لِکھا کہ ابُو الفضل کا کام راستہ میں ہی تمام

کر دے +

ابُو اَلفضل کے ساتھ چند مُحافِظ تھے۔ اِسے اُجین کے عِلاقہ ہی میں اِطلاع مِل گئی۔ کہ راجہ نرسنگھ دیو فوج لئے اِدھر جنگلوں میں پھر رہا ہے۔ مگر اِس نے پرواہ نہ کی۔ یکُم ربیعُ الاوّل ۱۰۱۱ھ بروز جُمعہ صُبح کے وقت جب ابُو اَلفضل منزل سے روانہ ہُوا۔ اَور کالے باغ میں پُہنچ کر نردا کا رُخ کیا۔ اَور جنگل میں اُس مقام پر پُہنچا۔ جہاں سے سرائے برا نِصف کوس اَور مَوضع انتری تین کوس ہے۔ راجہ نے اِسے آ لیا۔ راجہ کے ساتھ ایک ہزار سوار اَور تین ہزار پیادے تھے۔ سواروں نے آتے ہی ابُو اَلفضل اَور اُس کے چند افغان ہمراہیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ مُقابلہ ہُوا۔ مگر آناً فاناً میں اُس کے ہمراہی مارے گئے

اِسے بارہ زخم آئے۔ اور مُقابلہ کرتا رہا
آخر برچھے کا ایک ایسا زخم آیا۔ کہ
گھوڑے سے گر پڑا۔ جب اِس کی لاش
دیکھی تو ایک درخت کے نیچے پڑی تھی۔
وُہیں اِس کا سر کاٹ کر شہزادہ کے
پاس الہ آباد بھیجا گیا۔ جہانگیر نے اِس
کا سر پائخانہ میں پھینکوا دیا۔ جہاں کئی
دن پڑا رہا۔ ابُو الفضل کی عُمر اِس وقت
باون برس اور چند ماہ کی تھی۔ اِس یگانہ
روزگار کی قبر موضع انتری میں ہے جو
گوالیار سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔
جہانگیر نے اِس خدمت کے عوض راجہ
نرسنگھ دیو کو تین ہزاری منصب عطا کیا۔
مؤرخینِ آلِ تیمور ابُوالفضل کو خُود رائے
اور خُود پسند لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔
کہ اپنی عقل و دانش کے مُقابلہ میں کسی
کو بھی نہ سمجھتا تھا۔

ابُو الفضل اِنشا پردازی میں مُسلّمُ الثبُوت اُستاد تھا۔ اَور شعر بھی کہتا تھا۔ اِس کی تصانیف سے کئی بڑی بڑی ضخیم کتابیں ہیں۔ اِس کی تحریر کا طریق بالکُل نیا تھا۔ سب سے بڑی خُوبی اِس کی تحریر میں یہ تھی۔ کہ جس قدر لکھتا جاتا تھا۔ اُسی قدر زور اَور بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اَور دفتر کے دفتر لکھنے پر بھی تکان محسُوس نہ کرتا تھا +

اِس کی تصانیف میں زیادہ مشہُور کتابیں یہ ہیں۔"اکبر نامہ" جس کے کئی دفتر اَور کئی جلدیں ہیں۔"آئینِ اکبری"۔ یہ بھی نہایت ضخیم اَور لاجواب کتاب ہے۔"مکاتباتِ علامی"۔اِس کے بھی کئی دفتر ہیں"۔عیارِ دانش" "جامعُ اللغات"۔"کشکول"۔"ازمنانامہ" وغیرہ وغیرہ +

ابُو الفضل کا دسترخوان بھی معمُولی نہ تھا۔

صرف اِس کے دسترخوان کے لئے بائیس سیر
اناج پکتا تھا۔ اور مختلف رنگوں میں
دسترخوان پر چُنا جاتا تھا۔ جس کھلنے پر
دسترخوان پر چُنا جاتا تھا۔ خانساماں موجود ہوتا
تھا۔ اور اُس کا بیٹا عبدالرحمٰن بھی سامنے بیٹھ
کر خانساماں کی طرح دیکھتا جاتا تھا۔ جس
کھانے میں سے ایک ہی نوالہ لے کر چھوڑ دیتا
تھا۔ وُہ دُوسرے وقت دسترخوان پر نہ آتا تھا
اور جس سے دو تین یا زیادہ نوالے لیتا
تھا۔ وُہ کھانے آتے تھے۔ نمک وغیرہ
کے متعلق زبان سے کچھ نہ کہتا تھا۔ صرف
بیٹے کو اِشارہ کر دیتا تھا۔ کہ اِسے چکھ
لو۔ وُہ خود چکھ کر خانساماں کو ہدایت
کرتا اور مصالحہ کی کمی بیشی کا تدارک
دُوسرے وقت کر دیتا۔ جب دکن کی مُہم
پر تھا۔ تو کھانے کے وقت ایک بڑے
سے خیمہ میں ہزار قابیں کھانے کی رکھی

جاتی تھیں۔ جنہیں اُمراء میں تقسیم کر دیتا تھا۔ اِس خیمہ کے ساتھ ایک اور بڑا خیمہ ہوتا تھا۔ جس میں عام لوگ کھانا کھاتے تھے۔ باورچی خانہ میں کھچڑی کی دیگیں ہر وقت پکتی رہتی تھیں۔ جو کوئی بھی آتا تھا۔ کھانا کھا کر چلا جاتا تھا ٭

اِس کا بیٹا عبدُ الرّحمٰن۔ جہانگیری عہد میں جہانگیر کی عنایتوں سے دو ہزاری منصب پر فائز ہُوا۔ اور افضل خان خطاب دیا۔ پھر بہار کا صُوبہ دار مُقرّر کیا۔ اور گورکھ پُور جاگیر میں دیا۔ مگر باپ کی موت سے گیارہ برس بعد فوت ہُوا۔ عبدُ الرّحمٰن کا بیٹا پشوتن۔ جہانگیر کے عہد میں تین سو سوار اور سات سو پیادہ کی سرداری کے عُہدہ تک پہُنچا۔ اور شاہجہان کے عہد میں پانچ صدی منصب تک پہُنچا ٭

۸۔ خانِ اعظم مرزا عزیز کوکلتاش

نام مرزا عزیز۔ خطاب خانِ اعظم۔ جس لڑکے کی ماں کا دودھ کوئی شہزادہ پیتا اُسے شہزادہ کا کوکہ کہتے تھے۔ جو بڑا ہو کر کوکلتاش کہلاتا تھا۔ چونکہ مرزا عزیز کی ماں کا دودھ شہنشاہ اکبر نے پیا تھا اس لئے کوکلتاش خان بھی اس کے خطاب کا جزو ہی خیال کیا جاتا ہے۔ ذات سیّد تھی۔ اور باپ کا نام میر شمس الدین محمد خان تھا +

میر شمس الدین محمد خان کا خطاب بھی خانِ اعظم تھا۔ اور اسے اتکہ خان کہتے تھے۔ جس شخص کی بیوی کا دودھ کوئی

شہزادہ پیتا تھا۔ اُسے رتنگہ کہتے تھے۔ چُونکہ اکبر نے اِس کی بیوی کا دُودھ پیا تھا۔ اِس لئے رتنگہ خان کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص ذات کا تو سیّد تھا۔ مگر کِسی مشہور آدمی کا بیٹا نہ تھا۔ بلکہ خُود اپنے خاندان کا بانی ہُوا ہے۔ ہُمایوں جب شیر شاہ سُوری سے دُوسری شکست کھا کر بے سرو پائی کی حالت میں بھاگا۔ اور ہاتھی کے ذریعہ سے دریا کو عبُور کر کے دُوسرے کنارہ پر پہنچا۔ تو معلُوم ہُوا کہ دریا کا کراڑہ بہت بلند ہے۔ اور سلامتی سے کنارہ پر پہنچنا محال جب آنکھ اُٹھا کر اُوپر دیکھا۔ تو ایک سپاہی دستار۔ پٹکا اور کُچھ رسّی بٹ کر نیچے لٹکا رہا تھا۔ ہُمایوں اِسے پکڑ کر اُوپر چڑھا۔ اور خُدا کے کارسازی کا شُکر ادا کیا۔ ہمایُوں نے اِس سپاہی کا نام اور مقام

پُوچھا۔ اُس نے عرض کی کہ میرا نام مِیر شمسُ الدّین محمّد خان ہے۔ غزنی کی پَیدائش ہُوں۔ اور مِرزا کامران کا مُلازم۔ بادشاہ اِسے اپنی عنایتوں کا امید وار کرکے وہاں سے بد حواسی کے عالم میں روانہ ہو گیا۔ جب لاہور پُہنچا تو یہ شخص بھی حاضرِ خدمت ہُوا۔ ہمایوں نے اِسے اپنے پاس مُلازم رکھ کر ہمراہ لے لیا۔ اور اخیر تک جاں نثاروں میں رہا۔ یہ اُس کی خُوش قسمتی تھی کہ اسے اکبر کی پرورش اور اُس کی بیوی کو دائگی کی خدمت عطا ہُوئی۔ اَور وکیلِ مُطلق کا منصب بھی مِلا۔ آخر ۱۲۔ رمضان ۹۶۹ھ کو تلاوت قُرآن شریف کرتا ہُوا ادھم خاں کے ہاتھ سے شہید ہُوا۔ اَور ادھم خاں کو اکبر نے چھت سے گِرا کر ہلاک کر دیا۔

بادشاہ بیگم ابھی حامِلہ ہی تھی۔ کہ اُس نے خانِ اعظم مِرزا عزیز کوکلتاش کی ماں

سے کہ دیا تھا کہ میرے ہاں لڑکا پیدا
ہوگا۔ تو اِسے تُم دُودھ پلانا۔ لیکن جب
اکبر پیدا ہُوا۔ تو اِس کے ابھی بچّہ نہ
پیدا ہوُا تھا۔ اِس لئے اِس عرصہ میں
پہلے تو اکبر نے اپنی ہی والدہ اور
بھادل رنگہ کا جو گابہ ہار کی بیٹی تھی۔
دُودھ پیا۔ اَور پھر کئی دِیگر خواصوں
اَور بیبیوں کا۔ مگر جب خانِ اعظم پیدا
ہُوا۔ تو پھر اُس کی ماں ہی اکبر کو
دُودھ پلاتی رہی۔ اکبر خانِ اعظم کی ماں
کو جی جی کہ کر پُکارتا تھا۔ اور ماں کی
طرح اُس کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اَور
ہمیشہ دِلجوئی اور خاطِر سے پیش آتا تھا+
خانِ اعظم کو اِس بات کا بڑا ناز تھا
کہ میں بادشاہ کا عزیز بلکہ بھائی ہوں۔
اکبر کی بھی اِس پر تمام اہلکاروں سے
بڑھ کر عنایات وافِر رہتی تھیں۔خانِ اعظم

اَور فرزندی کا خِطاب دے رکھا تھا۔ محبت
اَور پیار سے اِسے ہمیشہ عزیز مرزا اَور
مرزا کوکہ کہتا تھا۔ اَور ہر وقت مصاحبت
میں رکھتا تھا۔ جب ہاتھی پر سوار ہوتا۔ تو
اِسی کو اپنی خواصی میں بٹھاتا۔ اِس کی
ہر قِسم کی بے اِعتدالی اَور گستاخی کو بیٹوں
اَور بھائیوں کا ناز خیال کرتا تھا۔ اَور
اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے جب مرزا عزیز
پر غصہ آتا ہے تو اپنے اَور اُس کے
درمیان دُودھ کا دریا بہتے دیکھ کر خاموش
ہو رہتا ہوں۔ بلکہ یہاں تک کہا کرتا
تھا کہ اگر عزیز مرزا مجھ پر تلوار کھینچ
کر بھی آئے۔ تو جب تک وہ پہلے مجھ
پر وار نہ کرے۔ میرا ہاتھ نہ اُٹھیگا
دیپال پور کا علاقہ اِس کی خاص جا
تھا۔ لیکن جب ۹۷۹ھ میں صوبۂ گجرات
فتح ہوا۔ تو اِسے جاگیر میں عطا کیا گ

اور حکم ہؤا کہ جا کر اِس کا اِنتظام کرو۔ گجرات میں اکثر فتنہ و فساد برپا ہوتے رہے۔ مگر خانِ اعظم جہاں ہر قسم کی لیاقت و قابلیت اور عظمتِ امیرانہ میں فرد تھا۔ وہاں تہوّر و شجاعت کا بھی مالک تھا۔ یہ ہمیشہ اِن بغاوتوں کو بڑی خوبی سے دباتا رہا۔ اور اکبر سے تحسین و آفرین حاصل کرتا رہا۔

۹۸۰ھ میں حسین مرزا نے اختیار الملک دکنی اور دکن کے کئی دِیگر سرداروں کو مِلا کر خانِ اعظم پر حملہ کیا۔ اور یہ لوگ احمد نگر کے تمام عِلاقہ میں پھیل گئے۔ خانِ اعظم بھاگ کر احمد آباد میں آگھسا۔ غنیم نے چودہ ہزار کی جمعیت سے اِس کا پیچھا کیا۔ اور سخت محاصرہ میں لے لیا۔ اکبر کو جب اِس واقعہ کی اِطلاع مِلی۔ تو وُہ خود فوج لے کر خانِ اعظم

کی امداد کو روانہ ہُوا۔ دارُ الخِلافہ سے
گُجرات اٹھائیس دن کا راستہ تھا۔ مگر
اکبر اِس طرح گیا کہ صِرف سات دن
میں گُجرات سے صِرف تین کوس پر دم
لیا۔ غنیم کو شکست ہُوئی۔ اَور خانِ اعظم
نے مُحاصرہ سے رہائی حاصِل کی۔ اِس
مَوقع پر فیضی نے لِکھا تھا۔

بیک ہفتہ تا احمد آباد رفت
تو گوئی کہ بر مرکب باد رفت
یلاں بر شتر ترکش اندر کمر
شُتر چُوں شُتر مُرغ در زیرِ بر

سنہ ۹۸۱ھ میں شہنشاہ بنگالہ کی فتوحات
کے شُکرانہ کے لئے اجمیر گیا۔ اَور وہاں
دو بڑے نقارے جو غنیمت میں آئے
تھے۔ نذر چڑھائے۔ خانِ اعظم بھی
احمد آباد سے اجمیر پہنچا۔ اکبر اِسے دیکھ
کر بہت خوش ہوا۔ اور چند قدم آگے

بڑھ کر گلے لگا لیا +

خان اعظم میں جہاں مروّت و سخاوت۔ شوکت و امارت اور تہوّر و شجاعت وغیرہ اوصاف تھے۔ وہاں اس میں بہت بڑا عیب ضدّی پن کا تھا۔ اکبر اس کی ضد اور گستاخی سے ہمیشہ چشم پوشی کرتا تھا۔ مگر اس کی حالت حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ ۹۸۲ھ میں جب خان اعظم مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی آمد کے سلسلہ میں دار الخلافہ میں آیا ہوا تھا۔ اکبر نے آئین داغ جاری کیا تھا۔ (جس سے گھوڑوں کو گرم لوہے سے نشان لگایا جاتا ہے) اور یہ خیال تھا کہ اس کی مخالفت ہوگی۔ کیونکہ اُمرا کو یہ قانون ناگوار تھا۔ اس لئے اکبر نے خانِ اعظم کو اپنا خیال کرکے کہا کہ پہلے آئینِ داغ کے سلسلہ میں خانِ اعظم اپنے لشکر کی

موجودات دیگا - خانِ اعظم نے بجائے اِس کے کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تقدیم کرنے سے دیگر اُمرا کے لئے باعثِ ترغیب ہوتا - اِس نئے قانون کی بُرائیاں صاف صاف بیان کرنا شروع کر دیں - بادشاہ نے دوبارہ فہمائش کی اور ارکانِ دولت نے بھی تائید میں بہت کچھ کہا سُنا - مگر یہ مخالفانہ جواب ہی دیتا رہا - اکبر نے تنگ آکر فرمایا کہ "ہمارے سامنے نہ آؤ" اور چند روز کے بعد اِسے آگرہ میں بھیج دیا - کہ اپنے باغ میں جس کا نام "باغ جہاں آرا" تھا - رہے - اور آمد و رفت کا دروازہ بند - نہ کوئی اِس سے ملنے آئے - اور نہ یہ کہیں جائے +

۹۸۳ھ میں اکبر کو خود ہی کچھ خیال آیا - اور خطا معاف کرکے دوبارہ صوبۂ گجرات پر روانہ کرنا چاہا - مگر اِس

ضدّی نے نہ مانا - اکبر نے دو بارہ کہلا
بھیجا - کہ گجرات کا مُلک سلاطینِ ذی جاہ
کا پایۂ تخت ہے - اِس نعمت سے ناشکری
بے جا ہے - اور چلے جاؤ - اُس نے
جواب میں کہلا بھیجا - کہ مَیں نے سپاہگری
ترک کر دی ہے - مجھے اہلِ دُعا میں
رہنے دیجئے - بادشاہ نے پھر اُس کے
کہن سال چچا قطب الدین کو بھیجا - اِس
نے بھی بہت کچھ سمجھایا - مگر کوئی اثر
نہ ہُوا - ماں خفا بھی ہُوئی - اور منّت
سماجت بھی کی - مگر یہ کب کِسی کی ماننے
والا تھا - اپنی ہٹ کے سامنے کِسی کی
بات نہ مانی - نہ جانا تھا اور نہ گیا +
سنہ ۹۸۷ھ میں بھوپت چوہان کے ہاتھ
سے خان اعظم زخمی ہُوا - تو اکبر خُود
پالکی میں سوار ہو کر مِزاج پُرسی کے
لئے گیا - اور تسلّی و تشفّی دی +

۹۸۸ھ میں اِس کے دِیوان نے کچھ روپیہ غبن کر لیا۔ اِس نے دِیوان کو اپنے ایک مُلازم طالب نامی کے حوالہ کیا۔ کہ اِس سے روپیہ وصُول کرو۔ طالب نے دِیوان کو باندھ کر لٹکا دِیا۔ اَور اَیسا زد و کوب کیا کہ جان ہی سے مار ڈالا۔ دِیوان کا بُوڑھا باپ روتا ہُوا اکبر کے پاس فریادی ہُوا۔ بادشاہ کو یہ واقعہ سُن کر بڑا صدمہ ہُوا۔ اَور حُکم دِیا کہ مُقدمہ تحقیقات کے لئے قاضیٔ لشکر کے سپُرد کیا جائے۔ مرزا نے کہا کہ مَیں نے مُلازم کو سزا دیدی ہے۔ میرا مُقدمہ قاضی کے سپُرد نہ کیا جائے۔ اِس میں میری بے عزّتی ہے۔ اکبر نے منظُور نہ کیا۔ اَور یہ ناراض ہو کر گھر آ بیٹھا۔ مگر چند روز کے بعد اکبر نے خُود ہی خطا معاف کر دی +

۹۸۸ھ میں بنگالہ میں فساد ہو جانے پر اکبر نے اسے خانِ اعظم کا خطاب اور پنج ہزاری منصب عطا کر کے راجہ ٹوڈر مل کی جگہ فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔ خانِ اعظم کا خطاب اسی سال ملا۔ اکبر نے تمام مشرقی اُمرا کے نام فرمان جاری کئے کہ مرزا کوکلتاش کی اطاعت میں رہنا۔ اور سرتابی نہ کرنا۔ مرزا دو برس تک بنگالہ کی مُہموں میں مصروف رہا۔ ۹۹۰ھ میں جب اکبر تسخیرِ کابُل کے بعد فتح پور میں واپس آیا۔ تو یہ بھی آ کر جشن میں شامل ہُوا۔ بنگال میں پھر بغاوت ہو گئی۔ اور مرزا نے دوبارہ وہاں پُہنچ کر اِنتظام کیا۔ ۹۹۲ھ کو بادشاہ کے حضور میں عرضی بھیجی کہ مجھے یہاں کی آب و ہوا موافق نہیں۔ اکبر نے پھر اپنے پاس بُلا لیا +

۹۹۳ھ میں اضلاعِ دکن میں فساد ہو گیا۔ اکبر نے خانِ اعظم کو فرزندی کا خطاب عطا کر کے فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور تسخیرِ دکن کے لئے بھیجا۔ وہاں بھی یہ اپنے لاابالی پن سے مصیبتوں ہی میں مبتلا رہا۔ وایسین کے علاقہ کا حاکم شہاب الدین احمد خان اِس کے باپ کے قاتِل ادھم خان کا عزیز تھا۔ یہ اُس کی ذِلت و خواری کے درپے ہُوا۔ وُہ بیچارہ بُوڑھا سردار ناراض ہو کر اَور ساتھ چھوڑ کر اپنی فوج سمیت اپنے علاقہ میں چلا گیا۔ کِسی کی رائے اور مشورہ پر اِعتبار نہ تھا۔ خاندیس کے بہادر حاکم راجہ علی خان نے اِس پر حملہ کر دیا۔ یہ اُس وقت مقام ہنڈیہ میں تھا۔ کِسی کی رائے تو پسند تھی ہی نہیں۔ رات کو چُپ چاپ ایک گمنام راستہ سے نکل کر

مُلک برار کو چل دیا۔ برار کا پایۂ تخت
ایلیچ پور تھا۔ اِس نے اَور کئی دیگر
شہروں کو جو راستہ میں آئے۔ لُوٹ
کھسوٹ کر تباہ کر دیا۔ اَور بے شُمار
دَولت جمع کر لی۔ راجہ ہتیا راؤ اِس کی
رفاقت میں شامِل ہو گیا۔ اَور راہ نُمائی
کرتا رہا۔ اِسے بد گُمانی ہُوئی کہ راجہ
دُشمن سے مِلا ہُوا ہے۔ اُسے مروا دِیا۔
دُشمن پیچھے لگا ہُوا تھا۔ اِس کے ساتھ
بھاری بھاری بوجھ اور بڑے بڑے
ہاتھی تھے۔ جو رہے جاتے تھے۔ یہ
اُنہیں زخمی کر کے چھوڑتا جاتا تھا۔
تاکہ دُشمن کے ہاتھ آئیں۔ تو اُس کے
کام نہ آ سکیں۔ غرض بہزار خرابی و خواری
پھر دربار میں آ حاضِر ہُوا ✦

۹۹۷ھ میں خانِ اعظم کو بادشاہ نے
احمد آباد اور گُجرات کا علاقہ خانخاناں سے

لے کر دینا چاہا۔ مگر اِس نے قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ مالوہ کا مُلک اچھا ہے۔ وُہ مُجھے دِیجیئے۔ پہلے اکبر نے نہ مانا۔ مگر آخر اِس ضدی کی ضِد پُوری ہو کر رہی۔ اور ساز و سامان لے کر روانہ ہو گیا +

۹۹۹ھ میں جام سرسال جو اِس مُلک کے اعلےٰ حکمرانوں میں سے تھا۔ کچھ کے راجہ کنکار اور مُظفّر گجراتی کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیس ہزار فوج سے حملہ آور ہُوا۔ خان اعظم نے اِدھر اُدھر کے سرداروں کو اِمداد کے لئے طلب کیا۔ مگر کوئی نہ پُہنچا۔ آخر یہ خُود صِرف دس ہزار فوج لے کر مُقابلہ کے لئے نِکلا۔ قلب میں اپنے بیٹے خُرّم کو رکھا۔ اور دُوسرے بیٹے انور کو چھ سَو سوار دے کر الگ کر دیا۔ فریقین میں بڑی بڑی گھاتیں ہُوئیں اور بڑے بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ لیکن

آخر میدان خانِ اعظم کے ہاتھ رہا۔ دُشمن شکست کھا کر بھاگے۔ اور اُس کے بہُت سے سردار اَور دو ہزار سپاہی کھیت رہے۔ خان اعظم کے صِرف ایک سَو بہادُر کام آئے۔ مالِ غنیمت میں توپ خانہ۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ نقد و جنس اَور سامانِ امارت بے شُمار مِرزا کوکہ کے ہاتھ آیا۔ اِس فتح نے خانِ اعظم کے نام کو خُوب روشن کیا۔ فیضی نے اِس فتح کی تارِیخ "فتُوحاتِ عزِیزی" کہی *

۱۰۰۱ھ میں جام کے فوت ہونے پر خانِ اعظم نے جُونا گڑھ کی تسخِیر کا اِرادہ کیا۔ جو مُلک سورٹھ کا صدر مقام تھا۔ جام کے بیٹے خُود بخُود مُلک کے چند سرداروں کو ساتھ لے کر اِس کے لشکر میں شامِل ہو گئے۔ حملہ کے لئے نِکلتے ہی کوکہ کو بنگلور۔ سومنات اَور سولہ بندر

بغیر جنگ کے قبضہ میں آ گئے۔ جُوناگڑھ کا قلعہ نہایت مُستحکم تھا۔ مگر خانِ اعظم نے حوصلہ کر کے مُحاصرہ کر لیا۔ پہلے ہی روز قلعہ کی میگزین میں آگ لگ گئی۔ جس سے محصُورین کا سخت نُقصان ہُوا۔ مگر اُنھوں نے حوصلہ نہ ہارا۔ بلکہ ایک سَو توپوں سے گولہ باری شرُوع کر دی۔ ڈیڑھ من کا گولہ آکر خانِ اعظم کے کیمپ میں گرتا تھا۔ خانِ اعظم نے بھی ایک سامنے کی پہاڑی پر مورچہ قائم کر کے توپیں چڑھا دیں۔ اور قلعہ میں گولے اُتارنا شرُوع کر دِئے۔ جس سے قلعہ والے بہت تنگ آ گئے۔ چُنانچہ دولت خاں کے بیٹے میاں خان اور تاج خان نے خانِ اعظم کے پاس حاضر ہو کر قلعہ کی کُنجیاں حوالہ کر دیں۔ اور لشکر کے پچاس سردار بھی حاضرِ خدمت ہُوئے۔

یہ بھی مرزا کوکہ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کہ اکبر کی سلطنت کو سمندر سے ٹکرا دیا۔ اکبر اِن فتوحات سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ اِسے بھی بحری طاقت کے بڑھانے کا بہت خیال تھا +

اب خانِ اعظم کو مظفّر گجراتی کا خیال پیدا ہوا۔ کہ وہ بھی فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ اُس کی گوشمالی کے لئے اپنے بیٹے انور کو فوج دے کر روانہ کیا۔ مظفّر نے علاقہ ہار کے راجہ کے پاس پناہ لی۔ دوارکا کا مشہور مندر اسی علاقہ میں ہے۔ لیکن جب شاہی لشکر پہنچا۔ تو دوارکا بغیر جنگ کے قبضہ میں آ گیا۔ راجہ ہار نے مظفّر کو اُس کے کُنبہ سمیت ایک جزیرہ میں روانہ کر دیا۔ مگر جب خانِ اعظم کی فوج نے دباؤ ڈالا۔ تو خود بھی اُسی طرف بھاگ نکلا۔ شاہی فوج نے اِسے راستہ

ہی میں جا لیا۔ یہ بھی ایک بہادر تھا۔ دن بھر خوب جان توڑ کر لڑا۔ مگر آخر مارا گیا۔ مظفر وہاں سے فرار ہو کر راجہ کچھ کے پاس پناہ گزیں تھا۔ راجہ کچھ نے پہلے تو اُس کے حوالہ کرنے سے ٹال مٹول سے کام لیا۔ لیکن جب خانِ اعظم نے دباؤ ڈالا۔ تو اُس نے کہلا بھیجا۔ کہ موربی کا ضلع قدیم سے میرے علاقہ میں تھا۔ اگر یہ ضلع مجھے واپس دے دیا جائے۔ تو میں مظفر کے مقام کا پتا بتا دونگا۔ خان اعظم نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ مظفر راجہ کچھ کے بتائے ہوئے مقام سے گرفتار ہو گیا۔ جب اِسے پکڑ کر خانِ اعظم کے پاس لے چلے تو اس نے راستہ میں خودکشی کر لی۔ کیوں نہ ہو۔ بہادر تھا۔ جس دشمن کے سامنے ہمیشہ تلوار اُٹھائی تھی۔ اُس کے سامنے

دشت بستہ جانا شانِ مردُمی کے خلاف سمجھا +

اکبر نے ڈاڑھی کو مُنڈانا شرُوع کر دیا تھا - اور تمام اُمرائے دربار نے بھی اِس کی پیروی کو سعادت خیال کیا تھا - مگر مرزا کوکہ اِس بات کے خلاف تھا - اور بارہا بادشاہ کے سامنے اِس پر سخت الفاظ میں بحث کر چُکا تھا - اور اِسے بے دینی خیال کرتا تھا - چُنانچہ اِسی لیئے اکبر کے پاس حاضر ہونے سے بھی گریز کرتا تھا - اکبر نے یہ آئین باندھا ہُوا تھا کہ سرحدی اُمرا کو کُچھ عرصہ کے بعد موجُودات دینے کے لیئے حاضرِ دربار ہونا پڑتا تھا - مگر خان اعظم کے پاس بار بار شاہی فرمان جاتے تھے کہ حضُور میں حاضر ہونا چاہیئے - لیکن یہ ضدی اور بادشاہ کا لاڈلا نہ آنا تھا نہ آیا - اکبر بھی اِس پر سختی کرنا نہ چاہتا

تھا۔ ہمیشہ کبھی اپنی طرف سے اور کبھی ابُو الفضل کی طرف سے حِکمتِ عملی کے بڑے بڑے طویل مراسلہ بھجواتا۔ مگر خانِ اعظم بھی اپنی ہٹ کا پُورا تھا۔ اُس نے حج کا اِرادہ کر دِیا۔ اَور عین روانگی کے وقت ایک عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں اِرسال کی۔ جس میں دِیگر مطالب کے علاوہ ذَیل کے چند فقرات بھی تھے :-

"دِین و دَولت کے بد خواہوں نے حُضُور کو راہِ راست سے گُمراہ کرکے عاقبت نا اندیشی کے رستہ پر ڈال کر بد نام کر دِیا ہے۔ اَور ہرگز نہیں جانتے۔ کہ کِس بادشاہ نے نبُوّت کا دعوٰے کِیا ہَے۔ آیا شقُّ القمر جیسا مُعجزہ حُضُور سے ہُوا ہَے۔ یا کلام اللہ جَیسا قُرآن حُضُور پر نازِل ہُوا ہَے۔ یا چہار یار جَیسے اصحاب باصفا حُضُور کے ہَیں؟

حضور اِس بد نامی سے اپنے آپ کو
متہم کرتے ہیں - اِن خیر خواہوں کی
نسبت جو حقیقت میں بد خواہ ہیں -
عزیز کوکہ فدویت رکھتا ہے - اور
بیتُ اللہ کا قصد کرتا ہے - صِرف
اِس اِرادہ سے کہ وہاں خانۂ خدا میں
بیٹھ کر حضور کے لئے راہِ راشت
پر آنے کی دُعا کریگا - اُمید ہے -
کہ اِس عاصی کی دُعا بدرگاہِ قاضی الحاجات
مقبول ہوکر اثر بخشیگی - اور وہ حضور
کو راہِ راشت پر لائیگا" +
اِس کے بعد خان اعظم نے اپنے چند
رُفقا پر بیتُ اللہ جانے کے راز کو ظاہر
کیا - اور بندرگاہوں کے اِنتظام کے
بہانہ سے روانہ ہو گیا - سومنات کے گھاٹ
پر پہنچا - اور بلادر بندرگاہ میں پہنچ کر
شاہی جہازوں میں سے جو اُس نے تیار

کرائے ہوئے تھے۔ "الٰہی" نامی جہاز پر خُرّم ۔ انور ۔ عبدُ الرّسُول ۔ عبدُ اللّطیف۔ مُرتضٰے قلی اَور عبدُ القوی چھ بیٹوں اَور چھ بیٹیوں اَور اہلِ حرم کے ساتھ سوار ہو گیا۔ ایک سَو لَونڈی غُلام بھی ساتھ لئے ۔ اَور لنگر اُٹھا کر خانۂ خُدا کی طرف روانہ ہو گیا۔ مُلّا دو پیازہ یعنی عبدُ القادر بدایُونی نے یہ تاریخ کہی ہے :-

بجائے راستاں شُد خانِ اعظم
وے در زعمِ شاہنشاہ کج رفت
چُوں پُرسیدم ز دِل تاریخ سالش
بگُفتا میرزا کوکہ بہ حج رفت

جب اکبر کو اِطّلاع ہُوئی تو بڑا رنج اور صدمہ ہُوا ۔ اِدھر اِس کی بُوڑھی والِدہ جی جی بھی بہُت رنجیدہ ہُوئی ۔ اکبر نے اِس کی دِلداری کے لِئے خانِ اعظم کے بڑے بھائی شمس الدّین کو جسے اکبر "شمسی"

کہا کرتا تھا۔ ہزاری منصب عطا کیا۔ اور دُوسرے شادمان کو پانصدی۔ اور آباد جاگیریں بخشیں +

خانِ اعظم نے مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ میں حاجیوں اور زائروں کے لئے حُجرے خرید کر وقف کئے۔ مدینہ منوّرہ میں روضۂ اطہر کے سالانہ خرچ کا اندازہ کر کے پچاس سال کے مصارف وہاں کے شُرفا کو دئے۔ اور ۱۰۰۲ھ میں واپس گُجرات پُہنچا۔ اور حاضرِ دربار ہونے کے لئے دار الخلافہ کو روانہ ہو گیا +

اکبر اسے دیکھ کر بہت خُوش ہُوا۔ اور جوشِ محبّت میں اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس کی منشا کے مُطابق بہار کا علاقہ جاگیر میں عطا کیا۔ اس کے بیٹوں کو حسبِ ذیل منصب عطا کئے۔ شمس الدّین کو ہزاری۔ خُرّم

کو ہشت صدی - انور کو شش صدی۔ شادمان کو پانصدی - عبداللہ کو چار صدی عبدُاللطیف کو دو صدی - مُرتضےٰ قلی اور عبدالقوٰے کو ڈیڑھ ڈیڑھ صدی منصب عطا ہُوئے - کہتے ہیں کہ آخر اِس نے بھی ڈاڑھی مُنڈا کر اکبر کے آگے سجدہ کیا - بادشاہ نے حاجی پور اور غازی پُور بھی جاگیر میں دے دِئے - ۱۰۰۲ھ میں وکیلِ مُطلق بنا دِیا - اور بعد میں مُہر اُزک یعنی مُہر انگشتری اور مُہر توزُوک یعنی مُہر درباری بھی اِسی کے حوالہ کر دی +

۱۰۰۸ھ کو جب اکبر قلعہ آسیر کی تسخیر میں مشغُول تھا - تو جی جی فوت ہو گئی۔ اکبر نے آئین چنگیزی کے مُطابق چار ابرُو کا صفایا کرایا - اور چند قدم جنازہ کو کندھا دِیا - اکبر کی دیکھا دیکھی کئی ہزار آدمیوں نے ڈاڑھیاں مُنڈوا دیں +

سنہ ۱۰۰۰ھ میں خان اعظم کو ہفت ہزاری شش ہزار سوار کا منصب عطا ہُوا۔ اور سنہ ۱۰۱۰ھ میں اس کے بیٹے شادمان۔ عبداللہ اور انور کو ہزاری منصب ملے ❖

اکبر کو مرزا کوکہ کے قریب تر کرنے کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۹۹۵ھ کو خان اعظم کی لڑکی سے شاہزادہ مراد کی شادی کی۔ اور اکبر خود برات لے کر گیا۔ سنہ ۱۰۰۱ھ میں جہانگیر کے بیٹے خسرو سے اُس کی دوسری لڑکی کی شادی ہو گئی ❖

خان اعظم کی شانِ امارت اور فیاضی بھی قابلِ داد تھی۔ جب سنہ ۹۷۸ھ میں اکبر پاک پٹن سے بابا فرید شکر گنج کے مزار کی زیارت کر کے واپس لوٹا تو دیپالپور جو اُس کی جاگیر تھی۔ راہ میں تھا۔ اِس نے بادشاہ کو چند روز قیام کرنے پر

مجبُور کِیا۔ اَور اکبر مع شہزادگان اَور اُمرا کے خانِ اعظم کے گھر میں مُقیم ہُوا۔ اِس نے ضیافتوں اَور مہمانداریوں کے وُہ سامان کِئے کہ جِس کی نظیر مُشکل سے مِلیگی۔ رُخصت کے روز گِراںبہا نذرانے پیش کِئے۔ کوہ پیکر ہاتھی جو سونڈوں میں سونے چاندی کی زنجیریں پکڑے ہُوئے تھے۔ عربی اَور ایرانی گھوڑے جن پر سونے چاندی کے زِین تھے۔ قیمتی جواہرات اَور سونے چاندی کے برتن۔ مُلکِ رُوم۔ فرنگ۔ یزد اَور خطا کے نفیس تحائِف۔ بیگموں اَور شہزادوں کو زیور اَور لباسِ گِراںبہا پیش کِئے۔ تمام اراکینِ سلطنت اَور جُملہ مُلازمین بلکہ تمام لشکر کو اِنعام دِئے۔ اَور سخاوت کے دریا بہا دِئے۔ مُظفّر حُسین نے اِس کی تارِیخ "مہمانِ عزیز اندشہ و

شہزادہ" کہی ہے +

جب ۹۹۹ھ میں جام سرسال۔ مُظفر گجراتی اور راجہ کنکارہ پر فتح پائی۔ تو اس موقع پر اُمرائے لشکر کو خلعت۔ ہاتھی۔ گھوڑے اور نقد و جنس بے شمار عطا کیا +

۱۰۱۴ھ میں شہنشاہ اکبر کا اِنتقال ہو گیا۔ اور جہانگیر تخت نشیں ہُوا۔ اس نے بھی خان اعظم کی عزت بڑھائی اور کہا کہ جاگیر میں نہ جاؤ۔ بلکہ ہمارے ہی پاس رہو۔ یہ شاید اس لئے ہوگا۔ کہ علیحدہ رہ کر کہیں بغاوت نہ کرا دے۔ کیونکہ خان اعظم کی خواہش تھی۔ کہ اس کا داماد خسرو تخت نشیں ہو۔ چنانچہ اکبر کو بھی مرنے سے پہلے اس نے خسرو کی ولی عہدی کے لئے کہا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خسرو نے بغاوت

اِختیار کی۔ اور جہانگیر کو یقین ہو گیا۔ کہ خانِ اعظم کی انگیخت ہے۔ ورنہ اِس لڑکے کی کیا جرأت کہ باغی ہو۔ جب جہانگیر اِس بغاوت کی مہم سے فارغ ہُوا تو خان اعظم پر بھی عتاب آیا۔ اور اِس پر طُرّہ یہ کہ اِس کی بے باکی جو اکبر کے وقت میں تھی۔ وُہ بھی قائم تھی۔ بر سرِ دربار جو مُنہ میں آتا۔ کہ دیتا۔ جس سے اہلِ دربار اور خود جہانگیر تنگ آ گئے۔ جہانگیر نے ایک روز خلوت میں خانِ اعظم کے خلاف مجلسِ مشاورت منعقد کی۔ مہابت خاں نے کہا کہ مشورہ وغیرہ تو مجھے آتا نہیں۔ تلوار کا نشانہ ایسا مارتا ہوں کہ دو ٹکڑے کر دیتا ہوں مگر خان جہان نے اِس کی مُعافی کی سفارش کی۔ اِتنے میں پردے کے پیچھے سے سلیما سُلطان بیگم نے پکار کر کہا۔

کہ حضور! محل کی تمام بیگمیں مرزا کو کہ کی سفارش کے لئے آئی ہوئی ہیں - اگر حضور تشریف لائیں - تو بہتر - ورنہ سب باہر نکل پڑینگی - جہانگیر گھبرا کر کھڑا ہو گیا - جب محل میں پہنچا - تو بیگموں کے سمجھانے سے خطا معاف کر دی +

اِس کے چند روز بعد خواجہ ابو الحسن ترَبیتی نے خان اعظم کے ہاتھ کا مدت کا لکھا ہؤا ایک خط جہانگیر کو دیا - جہانگیر اسے پڑھ کر بہت بر افروختہ ہؤا - کیونکہ اس میں اکبر کی شان میں نا جائز الفاظ تحریر تھے - مگر بڑی عالی حوصلگی سے در گزر کی - اگرچہ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ نظر بند بھی رکھا +

۱۰۱۷ھ میں خسرو کے ہاں لڑکا پیدا ہؤا - یعنی خان اعظم کا نواسہ - جہانگیر نے اس کا نام بلند اختر رکھا - اور خان اعظم

کو گجرات عطا کرکے حکم دیا۔ کہ اپنے
بڑے بیٹے جہانگیر قلی خان کو انتظام کے
لئے روانہ کردو۔ اور خود حاضر دربار
رہو۔ دوسرے سال اسے خسرو کے بیٹے
کا اتالیق مقرر کیا۔ اسی سال جب دکن
کی مہم بگڑ گئی۔ تو خان اعظم کو بارہ ہزار
سپاہ اور پینتیس لاکھ روپیہ۔ گھوڑے۔
ہاتھی اور خلعت فاخرہ وغیرہ دے کر
روانہ کیا۔ اور بعد میں اس کے بیٹے
خورم کو کامل خاں کا خطاب عطا کرکے
جونا گڑھ کی حکومت پر مامور کیا۔ ۱۰۲۰ھ
میں اس کے بیٹے شاذمان کو شادمان خان
کا خطاب اور ایک ہزاری ہفت ذات
پانچ سو سوار کے ساتھ علم عطا ہوا +
اسی سال جبکہ خان اعظم برہان پور
میں تھا۔ اپنی درخواست پر اودے پور
کی مہم پر مامور ہوا۔ بعد میں شہزادہ

خُورّم بھی جا پُہنچا - یہاں پھر مرزا کوکہ
کی بد مِزاجی اَور بد دماغی نے گُل کِھلایا۔
اَور شہزادہ خُورّم نے اِس سے ناراض ہو
کر اپنے باپ جہانگیر کو لکھا کہ خانِ اعظم
کی وجہ سے کام بگڑ رہا ہے۔ خبر نویسوں
کی تحریریں بھی ایسی ہی آئیں۔ شہزادہ
خُورّم نے یہاں تک لکھ دیا کہ خُسرو کی
رعایت سے خانِ اعظم مُہم کو بگاڑنا چاہتا
ہے۔ چُونکہ خُسرو بغاوت کے باعث پہلے
ہی معتوب تھا۔ اِس لئے بادشاہ کو بھی
مرزا کوکہ کے خلاف یقین ہو گیا۔ اَور
اِسے گوالیار کے قلعہ میں محبُوس کر دیا۔
اَور خُسرو کا آنا جانا بھی بدستُور بند کر
دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر رہا کر دیا+
۱۰۳۰ھ کو دکن میں خُسرو کا اِنتقال ہو
گیا۔ جبکہ وُہ اپنے بھائی خُورّم کے ساتھ
دکن کی مُہم پر گیا ہوُا تھا۔ خانِ اعظم کو

اِس سے بڑا صدمہ پُہنچا۔ ۱۰۳۳ھ کو خسرو کے بیٹے داور کو گُجرات کا عِلاقہ عطا ہُوا۔ تو خان اعظم کو بھی اِس کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ اور اسی سال خان اعظم کا احمد آباد گُجرات میں اِنتقال ہو گیا۔ جنازہ کو دِہلی لاکر حضرت نظامُ الدّین اولیا کے قبرستان میں رنتکہ خان کے پہلُو میں دفن کیا گیا۔

خانِ اعظم کی عِلمی قابلیت۔ قوّت تحریر و تقریر۔ سخاوت و شجاعت۔ ہمّت و لیاقت کی تعریف میں تمام تارِیخیں یکزبان ہیں۔ اکبر نے اِس کی ماں کے دُودھ کا خیال کرکے اِسے تمام اُمرا سے بڑھا دِیا تھا۔ جہانگیر کے عہد میں اِس کے بیٹے بڑے عزّت و اِحترام سے رہے۔ بڑا بیٹا شمسُ الدّین جہانگیر قُلی کے خطاب اور تین ہزاری منصب تک پُہنچا۔ شادمان کو "شادمان خاں" کا خطاب ملا۔ خُورّم نے "کامل خان"

خِطاب پایا۔ مِرزا عبدُ اللہ کو "سردار خاں" کا خِطاب مِلا۔ اَور سب بیٹے تین ہزاری اَور دو ہزاری کے منصب تک پہنچے +

۹۔ خانخاناں مِرزا عبدُ الرّحیم خاں

عبدُ الرّحیم خان نام۔ خانخاناں خِطاب۔ قوم تُرک۔ اِس کا خاندان اِیران کے قراقوئیلو تُرکمانوں کے قبیلہ بہارلو سے تھا۔ باپ کا نام بیرم خان +

بیرم خاں ہندوستان کے مُسلمان سلاطین کے اُمرا میں سب سے بڑا آدمی ہوُا ہے۔ یہ بھی خانخاناں کے خِطاب سے مُخاطِب تھا۔ اور اکبر اِسے از راہِ عزّت و اِحترام اَور محبّت و اخلاص خان بابا کہا کرتا تھا۔ بیرم خاں کے اجداد میں

علی شکر بیگ ترکمان ایک مشہور سردار ہُؤا ہے۔ جو خاندانِ تیموری سے وابستہ اَور ولایتِ دینور۔ ہمدان۔ کُردستان اَور اِس کے مُتعلّقات کا حاکم تھا۔ بیرم خاں کا باپ سَیف علی بیگ اور دادا یار علی بیگ بابر کے وقت میں غزنی کے حاکم تھے۔ بیرم خاں ہمایوں کا ہمعُمر تھا۔ اَور لڑکپن ہی میں اپنے حُسنِ اخلاق آدابِ محفل۔ ملنساری۔ طبع کی موزونی اَور موسیقی میں اعلٰے دستگاہ رکھنے کے باعث شہزادہ ہُمایوں کے مصاحبوں میں داخل ہوگیا۔ سولہ برس کی عُمر تھی۔ کہ ایک معرکۂ جنگ میں اِس سے بہُت بڑا کار نمایاں ظہُور میں آیا۔ جس سے بابر بھی اِس کا گرویدہ ہوگیا۔ اَور حُکم دیا کہ شہزادہ کے ساتھ حاضرِ دربار ہُؤا کرو۔ جب ہُمایوں بادشاہ ہُؤا تو یہ

ہر موقع پر اپنی تہوّر و شجاعت۔ عقل و دانش اور جاں نثاری کے جوہر دِکھاتا رہا۔ ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان حاصل کرنے میں بیرم خاں کا سب سے زیادہ حصّہ ہے۔ ہمایوں کی وفات پر اکبر ابھی لڑکا ہی تھا۔ یہ شخص اِس کا اتالیق ہو کر مُلکی اِنتظامات کو نہایت خُوش اسلوبی سے انجام دیتا رہا۔ خانخاناں کا خطاب اِسے ہمایوں سے مِلا۔ یہ شخص رمُوزِ دانش حُسنِ تدبیر و سیاست۔ سخاوت حُسنِ اخلاق راستی۔ علم و فضل۔ شعر و سخن۔ نیاز و خاکساری۔ تہوّر و شجاعت میں سب سے بڑھا ہُؤا تھا۔ دُنیا کے فاضل اطراف و جوانب سے اِس کے دربار میں حاضر ہوتے۔ اور دامنِ مُراد زر و جواہر سے بھر کر لے جاتے تھے۔ شعر کا بڑا نکتہ شناس تھا۔ فارسی اور ترکی میں خود بھی

شعر کہتا تھا۔ اور اُستادوں کے شعروں
میں اعلےٰ اصلاحیں کرتا تھا۔ فیاضی اور
جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ جھجار خان کو
ایک قصیدہ کے انعام میں ایک لاکھ روپیہ
دے کر سرہند کا امین مقرر کر دیا۔
فہمی قزوینی کو جس کا رنگ سُرخ اور
آنکھیں کیری تھیں۔ بیرم نے کہا۔ کہ
"خر مُہرہ چرا بر رُوئے دوختۂ؟" اُس
نے جواب دیا "برائے چشم زخم"۔ بیرم خاں
نے جواب سے خُوش ہو کر ایک ہزار روپیہ
گھوڑا۔ خلعت اور ایک لاکھ کی جاگیر
عنایت کی۔ رام داس لکھنوی سلیم شاہی
زمانے کا ایک مشہور گویّا تھا۔ جسے
تان سین ثانی کہتے تھے۔ بیرم خاں کے
دربار میں آ کر گایا۔ اس وقت خزانہ
میں کچھ تھا نہیں۔ اس پر بھی ایک لاکھ
روپیہ دیا۔ اس کا گانا بہت پسند تھا۔

اکثر خلوت و جلوت میں سُنتا اور مُتاثر ہو کر آنکھوں میں آنسو بھر لاتا۔ ایک دفعہ اُس کے گانے سے ایسا خُوش ہُوا کہ نقد و جنس جو کچھ پاس تھا۔ اُس کے حوالے کر دیا۔ شانِ امارت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ مشہدِ مُقدس میں نذرانہ بھیجنے کے لئے اس نے ایک علم مُرصع تیار کرایا تھا۔ جس پر ایک کروڑ روپیہ لاگت آئی تھی۔ اُمرائے دربار اس کے اثر و رسُوخ کے باعث اس سے حسد کرنے لگے۔ اور اکبر کو خُود بھی آزادانہ حکُومت کا خیال تھا۔ اس لئے یہ صاحبِ دانش دربار سے کنارہ کش ہونے کے لئے حج کو روانہ ہُوا۔ ۹۶۷ھ کو جب گُجرات میں پٹن کے مقام پر پہنچا۔ تو مُبارک خان لوہانی نے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ عبدُالرّحیم خان کی ماں جمال خان میواتی

کی بیٹی اَور حسن خان میواتی کی بھتیجی تھی۔ اِس کی ماں کی بڑی بہن شہنشاہ اکبر کی بیوی تھی۔ گویا اکبر عبدُ الرّحیم کا خالُو بھی تھا۔ جب بیرم خان نے ہیمو بقّال پر فتح پائی۔ تو سنہ ۹۶۴ھ میں فتح کے ساتھ ہی یہ خُوشخبری مِلی کہ لڑکا پَیدا ہُوا ہے۔ اِس خبر سے اکبر نے جشن کِیا۔ اَور لوگوں کو اِنعام و اِکرام سے مالا مال کر دِیا۔ خُود اکبر نے عبدُ الرّحیم نام رکھا۔ اِس کی پَیدائش لاہور میں ہُوئی +

خان خاناں کی عُمر ابھی تین ہی برس کی تھی کہ اکبر اَور بیرم خاں میں حاسِدوں نے اَن بَن کرا دی۔ بیرم اِس وقت آگرہ میں تھا۔ اَور اکثر رفیق رفاقت چھوڑ چُکے تھے۔ مایُوس ہو کر عیال و اطفال اَور مال و دَولت جو کُچھ ہو سکا سمیٹ کر پنجاب کا رُخ کِیا۔ بٹھِنڈا پُہنچ

کر وہاں کے حاکم کے پاس قیام کیا۔ اِس
شخص کو بیرم خاں ہی نے ایک نہایت ادنیٰ
حیثیت سے اِس مرتبہ تک پہنچایا تھا۔
اِس محسن کُش نے جب بیرم خاں خود
لاہور چلا گیا۔ تو اُس کے مال و دولت
اور عیال و اطفال کو ضبط کر کے دہلی
بھیج دِیا۔ جہاں سب قید کر دِئے گئے۔
اور مال و زر شاہی خزانہ میں داخل ہو
گیا۔ آخر جب بیرم خود دہلی پہنچا۔ تو
اکبر چونکہ اِسے عزت کی نظر سے دیکھتا
تھا۔ بغاوت اور دیگر تمام خطائیں معاف
کر دیں۔ بیرم کا دِل دُنیا سے اُچاٹ
ہو گیا تھا۔ اکبر سے اجازت لے کر حج
کے لئے مع عیال روانہ ہوا۔ پٹن کے
مقام پر مارا گیا۔ افغانوں نے تمام سامان
لوٹ لیا۔ محمد امین دیوانہ اور زنبور وغیرہ
مصاحب بیرم کے عیال اور خان خاناں

کو لے کر بدحواسی کے عالم میں احمد آباد کی طرف بھاگے۔ افغانوں نے راستہ میں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور لوٹ مار کرتے پیچھے لگے رہے۔ احمد آباد پہنچ کر انہوں نے دم لیا +

چار مہینہ کے بعد آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر اکبر کو بھی ان کی تباہی کی خبر مل گئی۔ اس نے فرمان جاری کیا کہ "عبدالرحیم بچہ ہے۔ اسے تسلی دو۔ اور نہایت حفاظت سے حاضر دربار کرو +

۹۶۹ھ میں عبدالرحیم خان جبکہ اس کی عمر قریباً پانچ سال کی تھی۔ اکبر کے دربار میں پہنچا۔ بیگمیں تو محل شاہی میں داخل ہوئیں۔ اور خانخاناں کو دربار میں اکبر کے پاس لے گئے۔ اسے دیکھ کر اکبر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے

اور گود میں اُٹھا لیا۔ اور کہا کہ خان بابا
اِس کے سر پر نہیں۔ یہ ہمارا بیٹا ہے۔
اکبر اِسے مرزا خان کہہ کر پُکارتا تھا۔
مرزا خان نہایت حسین تھا۔ حضور اِس
کی تصویریں بیتے تھے۔ اور راستہ میں
لوگ اِسے دیکھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے
تھے ÷

تھوڑے ہی عرصہ میں مرزا خان علم و
فضل۔ عقل و دانش اور فنونِ جنگ کا
مالک ہو گیا۔ تمام مُؤرّخ اِس کی علمیت
کی تعریف کرتے تھے۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی
اور سنسکرت میں دستگاہِ کامل رکھتا تھا۔
اور ان زبانوں میں بے تکلّف گفتگو کرتا
تھا۔ جب اکبر ۹۷۳ھ میں حکیم مرزا کی
فوج کو روکنے کے لئے پنجاب کی طرف
روانہ ہُوا۔ تو مرزا خان کو منصب و خلعت
عطا کرنے کے ساتھ منعم خاں کا خطاب

بھی دیا ۔

مرزا خان اور مرزا کوکہ کے خاندان میں عرصہ سے نفاق تھا ۔ اکبر کو دونو کی خاطر منظور تھی ۔ اس لئے مرزا خان کی شادی خانِ اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کی بہن ماہ بانو بیگم سے کر دی ۔ تاکہ ایک دوسرے کے ہمدرد رہیں ۔ اب وہ زمانہ تھا کہ خان مرزا ہر وقت دربار میں رہنے اور کار و بارِ حضور سر انجام دینے لگا ۔

سنہ ۹۸۰ھ میں جب اکبر مرزا کوکہ کو محاصرہ سے نجات دلانے کے لئے گجرات کی طرف روانہ ہوا ۔ اور ستائیس دن کا راستہ سات دن میں طے کیا ۔ اُس وقت خان مرزا کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی ۔ بڑے بڑے کہنہ مشق سردار پیچھے رہے جاتے تھے ۔ مگر خان مرزا

قدم بقدم اکبر کے ہمرکاب رہا۔ اکبر نے اِس کی شجاعت کی اُمنگ کو دیکھ کر حملہ کے وقت اِسے قلب لشکر میں قائم کیا۔ جو کار آزمودہ سپہ سالاروں کی جگہ تھی +

سنہ ۹۸۳ھ میں جبکہ مرزا خان کی عمر قریباً اُنیس برس کی تھی۔ اکبر نے اِسے گجرات کی حکومت پر مامور کیا۔ سنہ ۹۸۶ھ میں اِس نے شہباز خاں کے ساتھ ہو کر قلعۂ کوکنڈہ اور اودے پور کو فتح کیا۔ خان مرزا چونکہ ہر قسم کی قابلیّت کے جوہر سے آراستہ تھا۔ اِس لئے ہمیشہ مختلف خدمات پر مامور ہوُا کرتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۹۸۸ھ میں اِسے عرض بیگی کی خدمت عطا ہوئی۔ کیونکہ اِس کا علوّ حوصلہ۔ سیرچشمی۔ اِعتبار اور خدا ترسی اِس عہدہ کی مقتضی تھی کہ ضرورتمندوں

کی عرضیاں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا کرے - اسی سال اجمیر کے علاقہ میں فساد ہو گیا - اور صوبۂ اجمیر کا حاکم رستم خان مارا گیا - تو اکبر نے رنتھنبور خانخاناں کو جاگیر دیکر مفسدوں کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا ✤

سنہ ۹۹۰ھ میں جبکہ خان خاناں کی عمر پچیس چھبیس سال کی تھی - اسے مجسمۂ اوصاف حمیدہ - مجموعۂ علوم و فنون دیکھ کر شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر کا جس کی عمر اس وقت قریباً بارہ برس کی تھی اتالیق مقرر کیا گیا - کیونکہ اس ہونہار نوجوان نے اپنے آداب و اخلاق - عادات و اطوار - علم و فضل - اوصاف و کمالات مروت و سخاوت - متانت و سنجیدگی - تہور و شجاعت اور حسن تدبیر وغیرہ کا نقش اکبر جیسے آزمودہ کار اور ہر دم

شناس بادشاہ کے دل پر بٹھا دیا تھا۔
کہ اُس نے بڑے بڑے کہن سال اُمرا
کے ہوتے ہُوئے یہ اہم منصب اِس
نوجوان امیر زادہ کے سپُرد کیا۔
خانخاناں نے اِس منصب جلیلہ کی عطا
ہونے پر بطورِ شکریہ جشن کے سامان
کئے۔ اور شہنشاہ اکبر کو دعوت دی۔
خانخاناں کی شانِ امارت اور دریا دِلی
ضرب المثل ہے۔ اِس نے بادشاہ پر
قلعہ سے لے کر اپنے مکان تک سونے
اور چاندی کے پھول لٹائے۔ جب اکبر
اِس کے مکان کے قریب پہنچا تو موتی
برسائے۔ مکان کے صحن میں سوا لاکھ
کے خرچ سے ایک چبوترہ تیار کیا تھا۔
پا انداز سے چبوترہ تک اور تمام مکان
میں زربفت اور مخمل کا فرش تھا۔ چبوترہ
پر اکبر کو بٹھا کر نذر پیش کی۔ وہاں

سے دُوسری بارگاہ میں لے گیا۔ جواہرات نثار کئے۔ اور چبوترہ بھی لُٹا دیا۔ اِن چیزوں کو اُمرا نے لُوٹا۔ شاہانہ ملبُوسات اَور اسلحہ۔ ہاتھی۔ گھوڑے وغیرہ پیشکش میں گُزارے۔ اَور اُمرائے دربار کو بھی حسبِ مراتب عُمدہ عُمدہ تُحفہ دِئے +

۹۹۱ھ میں مُظفّر گُجراتی نے جو سُلطان محمُود کا بیٹا تھا۔ اَور گُجرات وغیرہ کے عِلاقہ کو اپنا حق خیال کرتا تھا۔ کئی دکنی سرداروں کو ساتھ لیا۔ اَور ہر قصبہ و قریہ کے لُٹیرے اُس کے ساتھ ہوتے گئے۔ مُلک میں ایسا فساد برپا کیا کہ شاہی اُمرا اَور لشکر کو شکست پر شکست دے کر بے حال کر دیا۔ شہابُ الدّین احمد خان۔ قُطب الدِین۔ اِعتماد خان وغیرہ شاہی اُمرا اَور کُہن سال بہادُروں کا ناک میں دم کر دِیا۔

اور ساری امارت خاک میں ملا دی۔ اکبر
کو اس مُلک کے ہاتھ سے نکل جانے کا
بڑا صدمہ ہُوا۔ جسے اس نے خود کئی
دفعہ یلغار کرکے فتح کیا تھا۔ چنانچہ اس
نے خانخاناں کو اس مُہم کا سپہ سالار
مُقرّر کرکے ایرانی دلاوروں اور راجپُوت
بہادروں کا ایک لشکر جرّار ساتھ دیا۔
یہ نوجوان سپہ سالار کوچ پر کوچ کرتا
ہُوا پٹن کے مقام پر پہنچا۔ رہے سہے
اُمرا اور فوجیں استقبال کو حاضر ہوئیں۔
قلیچ خان مالوہ سے لشکر لے کر اس
کی امداد کو آ رہا تھا۔ مگر خان خاناں
نے قلیچ خاں کے انتظار کو غیر مُفید
خیال کیا۔ بلکہ خود بخود یُونہی افواہ اُڑا
دی کہ شہنشاہ خود فوج لے کر آ رہا
ہے ⁂
خان مرزا نے بغیر کسی کے انتظار کئے

مُقابلہ کی تیاری کر دی - اِس کا کیمپ
احمد آباد سے تین کوس سرگیچ پر تھا -
اَور مُظفّر گجراتی کا احمد آباد سے دو
کوس بھیکن پر - مُظفّر کی فَوج کی
تعداد چالیس ہزار تھی - اَور خانخاناں کا
لشکر صِرف دس ہزار سپاہیوں پر مُشتمل
تھا - اِس نے دُشمن کے مُقابل فوج کو
آراستہ کرکے نظامُ الدّین کو دو اَور
سرداروں کے ساتھ فَوج دے کر الگ
کر دِیا - اَور حُکم دِیا کہ سرگیچ کو داہنے
پر چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤ - اَور جب
لڑائی ترازو ہو - تو پیچھے سے غنیم پر
حملہ کر دو ٭

یہ اِنتظام کرکے خان مِرزا نے جنگ
شُروع کر دی - دُشمن کی تعداد بہُت
زیادہ تھی - اِس نے دباؤ ڈالا اَور کئی
سردار اَور سپاہی مارے گئے - فوج میں

گھبراہٹ پیدا ہو گئی - خان مرزا نے گھوڑے کی باگ اُٹھائی - فیلبانوں کو بھی کرنا کے ذریعہ سے حملہ کا حکم دیا۔ اور خود بھی حملہ کر دیا۔ اس کے گھبرائے ہوئے سپاہی اکٹھے ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ عین اُسی وقت نظام الدین نے دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ کسی نے سمجھا کہ اکبر خود آ پہنچا۔ کسی نے کہا کہ مالوہ کا لشکر آ گیا۔ دشمن کے لشکر میں گھبراہٹ پیدا ہوئی ۔ اور مظفر نہایت بد حواسی کے عالم میں بھاگ نکلا۔ فوجیں تتر بتر ہو گئیں ۔ اور ہزاروں آدمی مارے گئے ۔ مظفر کے ساتھ بے شمار مال و دولت تھا۔ وہ سب خانخاناں کے ہاتھ آیا۔ اس نے منت مانی ہوئی تھی کہ اگر فتحیاب ہونگا۔ تو تمام مال غنیمت لشکریوں میں بانٹ دونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا ۔

اِس کے بعد خانخاناں شہر احمد آباد میں داخل ہُوا۔ مُظفّر نے شہر کو بُری طرح لُوٹا تھا۔ اہلِ شہر کو تسلّی و تشفی دے کر کچھ فوج کو مُظفّر کے پیچھے بھیجا۔ قلیچ خان بھی تیسرے روز لشکر لے کر آ پُہنچا۔ مرزا خان مُظفّر کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ مُظفّر نے اس عرصہ میں پھر فوج جمع کر لی تھی۔ نادوت کے قریب مُظفّر سے مُقابلہ ہوُا۔ اِس دفعہ مُظفّر کی فوج تیس ہزار تھی۔ اَور خان خاناں کا لشکر صِرف آٹھ ہزار۔ مگر یہ اِس حُسنِ تدبیر سے لڑا۔ اَور گھمسان کا رن پڑا کہ پہلا معرکہ بھی اِس کے سامنے گرد ہو گیا۔ آخر خانخاناں نے فتح پائی۔ اَور مُظفّر بھاگ گیا۔ خان مرزا احمد آباد واپس آکر اِنتظامات میں مصرُوف ہو گیا۔ جب اِن فتوحات کی خبر دربار میں پُہنچی۔ تو اکبر

بُہت خُوش ہُوا۔ مِرزا خان کو خِطاب خانخانی۔ خِلعت با اسب و کمر خنجر مرصّع ۔ تمن توغ۔ منصب پنج ہزاری عطا ہُوا۔ جو اِنتہائے مِعراجِ اُمرا تھا ۔ دیگر سرداروں کے منصب بھی بڑھائے ۔ بعد میں بھی مُظفر نے جِتنی دفعہ سر اُٹھایا۔ خانخاناں اِسے بُری طرح دباتا اور بھگاتا رہا +

۹۹۸ھ کو خانخاناں کو وکیلِ مُطلق کا منصب عطا ہُوا۔ اور احمد آباد گُجرات کی بجائے جونپور کی حکُومت مِلی ۔ اِسی سال اِس نے اکبر کے حُکم سے واقِعاتِ بابری کا تُرکی سے فارسی میں ترجمہ کرکے پیش کیا۔ جو بہُت پسند کیا گیا +

۹۹۹ھ مُطابق ۱۵۹۱ء مُلتان اور بھکر کا عِلاقہ خانخاناں کو جاگیر مِلا۔ اِسی سال اِس نے ٹھٹھہ پر حملہ کرکے اِسے فتح کیا۔ اور وہاں کے حاکِم مِرزا جانی کو

مطیع و منقاد بنایا۔ ۱۰۰۳ھ میں خانخاناں
کو پھر دکن جانا پڑا۔ کہ شہزادہ کی
مدد کر کے احمد آباد کو مسخر کرے۔ اس
مہم میں بھی اگرچہ خان خاناں سپہ سالار
تھا۔ لیکن شہزادہ مراد کی کوتہ اندیشیوں
اور لا اُبالی پن سے کچھ بے لطفت سا
رہا۔ احمد نگر میں اس وقت چاند بی بی
حکمران تھی۔ اس نے شاہی فوج کے
دانت کھٹے کر دئے۔ اور آخر صلح ہو
گئی۔ اور شہزادہ مراد واپس پھرا۔ اس
عرصہ میں برار فتح ہو گیا۔ شہزادہ کی
کم عقلی اور بد مزاجی سے خان مرزا
کچھ کر نہ سکتا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک
پہنچی کہ چاند بی بی نے اپنے دیور عادل
شاہ کو اُکسایا۔ اور اُس نے فرمانروایانِ
دکن سے اتفاق کر کے ساٹھ ہزار کی
جمعیت سے شاہی فوج پر حملہ کر دیا۔

خانخاناں اُٹھا - اَور شہزادہ مُراد کو شاہ پُور میں چھوڑ کر مُقابلہ کے لِئے روانہ ہُوا - اِس کے ساتھ صِرف بیس ہزار فَوج تھی - ماندیر کا مقام مَیدان قرار پایا - ۱۷ - جمادی الثّانی ۱۰۰۵ھ کو عادِل شاہ کا سپہ سالار سہیل خاں بھاری توپ خانہ لے کر بڑھا - اِسے اپنے توپخانہ پر بڑا ناز تھا - کیونکہ غیر ممالک سے آئی ہوئی توپیں ساحِل بحر سے قریب ہونے کے باعث پہلے اِنہی کے پاس پُہنچی تھیں - اَور تعداد میں بھی بہت تھیں - دو دِن کی سخت لڑائی کے بعد خانخاناں نے فتح پائی - اَور سہیل زخمی ہو کر بھاگ گیا - اِس فتح نے خانخاناں کی شُہرت اَور ناموری میں چار چاند لگا دِئے +

۱۰۰۶ھ میں خانخاناں کا نَوجوان بیٹا حَیدر قلی فَوت ہو گیا - اَور اِسی سال جبکہ

اکبر لاہور سے آگرہ جا رہا تھا کہ انبالہ
کے قریب ماہ بانو بیگم خانخاناں کی بیوی
جو خان اعظم مرزا کوکہ کی بہن تھی۔
فوت ہو گئی ٭

۱۰۰۷ھ کو شہزادہ دانیال کی شادی
جانا بیگم خانخاناں کی بیٹی سے ہوئی۔
بادشاہ نے دکنی مہم اور احمد نگر کی فتح
کے لئے شہزادہ دانیال کو روانہ کیا کیونکہ
۱۰۰۷ھ میں شہزادہ مراد شاہ پور ہی میں
فوت ہو گیا تھا۔ دانیال کے ساتھ خانخاناں
کو بھیجا۔ خانخاناں نے جا کر احمد نگر کا
محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ نے چار مہینے
بیس دن تک طول کھینچا۔ چاند بی بی مردانہ
وار مقابلہ کرتی رہی۔ مگر آخر اپنے
عاقبت نا اندیش امرا کے ہاتھ سے قتل
ہو گئی۔ اس کے قتل کے بعد خانخاناں
نے سرنگ لگا کر فصیل کو گرایا۔ اور

حملہ کر کے احمد نگر فتح کر لیا۔ سنہ ۱۰۰۹ھ میں خانخاناں نے تلنگانہ کے ملک میں فتوحات حاصل کیں ٭

سنہ ۱۰۱۲ھ خانخاناں دربار میں طلب کیا گیا۔ شہزادہ دانیال کو برہانپور۔ احمد نگر اور برار کا ملک ملا۔ اور خانخاناں اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ سنہ ۱۰۱۳ھ میں شہزادہ دانیال بھی شہزادہ مراد کی طرح شراب خوری کے باعث دنیا سے چل بسا۔ اور خانخاناں کی سلیقہ شعار۔ صاحب دانش و تدبیر عفیفہ بیٹی جانا بیگم کو عین جوانی میں رنڈاپا نصیب ہوا ٭

سنہ ۱۰۱۴ھ میں اکبر کے فوت ہونے پر جہانگیر تخت نشیں ہوا۔ خان خاناں اس وقت دکن میں تھا۔ حاضر دربار ہونے کی عرضی لکھی۔ اجازت ملنے پر سنہ ۱۰۱۶ھ میں جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوش

اِشتیاق میں قدموں پر گر پڑا۔ جہانگیر نے اُٹھا کر سینہ سے لگا لیا۔ اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ خانخاناں نے دو تسبیحیں موتیوں کی اور چند قطعے لعل و زمرد کے جن کی قیمت تین لاکھ روپیہ تھی۔ نذر کئے۔ شاہ عباس والئے ایران نے جہانگیر کو چند گھوڑے بھیجے تھے۔ ان میں سے بادشاہ نے ایک سمند گھوڑا خانخاناں کو دیا۔ اتنا بلند اور ایسی خوبیوں کا گھوڑا آج تک ہندوستان میں نہ آیا تھا۔ خانخاناں اسے لے کر نہایت خوش ہوا۔ "فتوح" نامی ہاتھی جو لڑائی میں لاجواب تھا۔ اور بیس ہاتھی اس کے علاوہ جہانگیر نے خانخاناں کو دئے۔ چند روز کے بعد خلعت کمر شمشیر مرصع۔ فیل خاصہ عطا ہوا۔ پہلے دیوان تھے۔ اب وزیر الملک کا خطاب اور پنجہزاری

پنج ہزار کا منصب عطا کر کے دکن کی مُہم پر روانہ کیا ۔

خانخاناں دکن کی مہموں میں مصروف تھا۔ کہ جہانگیر نے شہزادہ پرویز کو بھی روانہ کر دیا۔ آخر وُہی نوبت ہوئی جو مُراد کے ساتھ ہوئی تھی۔ خانخاناں کو تریسٹھ ۶۳ برس کی عُمر میں شکست کا داغ کھانا پڑا۔ اور احمد نگر بھی قبضہ سے نکل گیا۔ سنہ ۱۰۱۸ھ میں پھر دربار میں واپس آگیا ۔

سنہ ۱۰۲۰ھ میں قنوّج اور کالپی وغیرہ خانخاناں اور اُس کی اولاد کو جاگیر میں عطا ہُوا۔ اَور سنہ ۱۰۲۱ھ میں جب شہزادہ پرویز اور اُس کا لشکر دکن میں سرگرداں پھر رہے تھے۔ تو جہانگیر نے خانخاناں کو شش ہزاری منصب ذات۔ خلعتِ فاخرہ کمر شمشیر مُرصّع۔ فیل خاصہ۔ اسپ ایرانی

عنایت کر کے چند سرداروں کے ساتھ پھر دکن روانہ کیا +

۱۰۲۶ھ میں خانخاناں کی پوتی شاہ نواز خاں کی بیٹی سے شاہجہان کی شادی ہو گئی - اور ۱۰۲۷ھ میں اس کے بیٹے امراللہ نے گوندوانہ کی الماس کی کان پر قبضہ کیا - ایک دفعہ جہانگیر نے سمند گھوڑا جس کا نام سمیر تھا - اور جو جہانگیر کے خاصہ کے تمام گھوڑوں میں اوّل درجے کا تھا - خانخاناں کو دیا - کچھ عرصہ کے بعد ایک پوشتین جو بادشاہ خود پہنے تھا - اسے عطا کی - پھر خلعت خاصہ - کمر شمشیر مرصع - فیل خاصہ باتلائر طلائی مع مادہ فیل عنایت کیا - صوبۂ خاندیس اور دکن کی سند مرحمت کی - منصب مع اصل و اضافہ کے ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار عطا ہوا - امرا

میں یہ رُتبہ آج تک کسی کو حاصِل نہیں ہُوا تھا +

خانخاناں کو جہاں اِس بُڑھاپے میں بیٹوں کے مرنے کے صدمے اُٹھانے پڑے۔ وہاں شاہجہان اور نُور جہان کی عداوت نے بڑے بڑے صدمے پُہنچائے۔ جہانگیر نُور جہان کی محبّت میں متوالا ہو رہا تھا۔ شاہجہان کے خِلاف مہابت خان کو فوج دے کر بھیجا۔ خانخاناں شاہجہان کا طرفدار تھا۔ جہانگیر نے اِس کا خِطاب "خانخاناں" چھین کر مہابت خاں کو دے دِیا۔ یہ صُلح صفائی کی طرح ڈالنے اور کُشت و خُون کو روکنے کے لئے مہابت خان کے پاس پُہنچا۔ تو شاہجہان نے بد گُمان ہو کر اِس کے عیال کو نظر بند کر دِیا۔ شاہجہان نے اِس کے بیٹے داراب کو بنگال کا صُوبہ دار مُقرّر کیا۔

تو جہانگیر کے حکم سے مہابت خان نے
اس کا سر کاٹ کر اور خوان میں رکھ کر
خانخاناں کے پیش کر کے کہا۔ کہ حضور
نے یہ تربوز بھیجا ہے۔ نامراد باپ
نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ درست شہیدی
ہے +

یہ دور بھی گزر گیا۔ اور ۱۰۳۶ھ میں
خانخاناں بادشاہ کے حضور طلب ہوا۔
بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ دیا کہ اپنی
حالت درست کرو۔ کچھ روز بعد صوبۂ
قنوج عطا کر کے خانخاناں کا خطاب پھر
مرحمت کیا۔ جب مہابت خان اور نور
جہان کا بگاڑ ہوا۔ تو بیگم نے اس کی
جاگیر خانخاناں کی تنخواہ میں عطا کی۔
ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار۔ دو اسپہ
سہ اسپہ خلعت اور شمشیر مرصع۔ گھوڑا
با زین مرصع۔ فیل خاصہ اور بارہ لاکھ

روپیہ نقد۔ گھوڑے۔ اُونٹ اور بہت سا سامان ملا۔ اور اجمیر کا صوبہ بھی دیا گیا۔ مگر انہی دنوں خانخاناں لاہور میں بیمار ہو گیا۔ دہلی پہنچا اور ۱۰۳۶ھ کو اُس کا انتقال ہو گیا۔ ہمایوں کے مقبرہ کے پاس دفن ہُوا ؛

تمام تذکرے اور تواریخیں خانخاناں کے اوصافِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے بھرے پڑے ہیں۔ فارسی کا بڑا انشا پرداز اور شاعر تھا۔ عربی۔ ترکی اور سنسکرت میں پوری مہارت رکھتا تھا۔ اولاد میں ایرج۔ داراب۔ قارن۔ رحمٰن داد۔ حیدر قلی اور دو لڑکیاں تھیں۔ اس کے لڑکوں نے بھی بڑے بڑے منصب حاصل کیے۔ داراب کو "شاہ نواز خان" کا خطاب ملا۔ اور پنج ہزاری منصب کے ساتھ دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ عنایت ہوئے۔

تھا کہ "خدا کرے خانخاناں سمیر پہاڑ تک فتح کرتا چلا جائے۔ (سمیر وہ سونے کا پہاڑ جس کے پیچھے اہلِ ہند سورج کا غروب ہونا خیال کرتے تھے) یہ اپنی سخاوت میں اُسے بھی بخش دے۔ اور پھر ہمیشہ دن رہیگا۔ اور لوگ مزے کرینگے" مصاحبوں نے تعریف کی۔ کہ مضمون نیا ہے۔ خانخاناں نے پنڈت کی عمر پوچھی۔ اُس نے پینتیس ۳۵ سال بتائی۔ اِنسان کی عمر کا سو سال تخمینہ کرکے پنڈت کی آئندہ عمر پینسٹھ ۶۵ سال کے پانچ روپیہ روزانہ کا حساب لگاکر قریباً سوا لاکھ روپیہ عنایت کیا۔

مُلازموں کی چٹھیوں پر دستخط کر رہا تھا کہ ایک چپراسی کی چٹھی پر بجائے ہزار درم کے ہزار روپیہ لکھ دیا۔ دیوان نے سہو کی طرف توجہ دلائی۔

فرمایا کہ "اب جو قلم سے نکل گیا۔ اُس کی قسمت" ✦

نظیری نیشاپوری نے ایک دن کہا۔ کہ مَیں نے لاکھ روپئے کا ڈھیر کبھی نہیں دیکھا کہ کتنا ہوتا ہے۔ خان خاناں نے خزانچی کو حکم دیا کہ نظیری کے سامنے لاکھ روپیہ کا ڈھیر لگا دو۔ حکم پلتے ہی اُس نے لاکھ روپئے کا انبار لگا دیا۔ نظیری نے کہا کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ آپ کی بدولت لاکھ روپئے کا انبار تو دیکھ لیا۔ خانخاناں نے جواب دیا۔ کہ اتنے بڑے کرتم کا اس معمولی بات پر شکر کرنا۔ یہ لاکھ روپیہ تم ہی لے لو۔ اور اب شکر کرو تو بات بھی ہے ✦

ایک بھاٹ کی بیہودہ گوئی سے ناراض ہو کر جہانگیر نے حکم دیا کہ اسے ہاتھی کے پاؤں تلے روندا جائے۔

خانخاناں بھی پاس کھڑا تھا۔ بھاٹ نے
عرض کی کہ حضور! مجھ ناچیز کے لیئے
ہاتھی کی کیا ضرورت؟ میرے لئے تو چوہے
کا پاؤں بھی کافی ہے۔ ہاتھی کا پاؤں
خانخاناں جیسے بڑے آدمی کے لیئے
چاہیئے۔ جہانگیر نے خانخاناں کی طرف
دیکھا۔ یہ اپنے داروغہ کے کان میں کچھ
کہہ رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ داروغہ
سے کیا کہہ رہے تھے؟ خانخاناں نے
کہا کچھ نہیں۔ بادشاہ نے داروغہ سے
پوچھا۔ تو خانخاناں نے خود ہی جواب
دیا۔ کہ حضور کی وجہ سے خدا نے مجھے
اتنا مرتبہ دیا ہے۔ کہ بھاٹ بڑا آدمی
خیال کرتا ہے۔ میں نے خدا کا شکر
کیا اور داروغہ کو حکم دیا کہ جب حضور
اس کی خطا معاف فرمائیں۔ تو اسے
پانچ ہزار روپیہ انعام دینا۔ تاکہ حضور

کے جان و مال کو دُعا دیتا رہے ٭

ایک دفعہ خانخاناں دارُ الخلافہ سے بُرہان پور کو روانہ ہُوا - بُرہان پور وہاں سے ستائیس منزل تھا - پہلی ہی منزل طے کر کے تیسرے پہر شامیانہ کے نیچے دربار لگائے بیٹھا تھا کہ ایک فقیر نے آ کر یہ شعر پڑھا ؎

مُنعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

مُنعم خان بھی اس کا خطاب تھا - خزانچی کو حکم دیا کہ جو مانگتا ہے دے دو - فقیر نے لاکھ روپیہ طلب کیا - جو دے دیا گیا - دُوسرے روز دُوسری منزل پر اُسی فقیر نے آ کر پھر وُہی شعر پڑھا - اور ایک لاکھ روپیہ طلب کیا - جو دے دیا گیا - غرض فقیر سات روز منزل بمنزل آتا رہا - اور روزانہ لاکھ

روپیہ لے جاتا رہا۔ آٹھویں روز منزل پر خانخاناں نے دربار برخواشت نہ کیا۔ مصاحبوں نے عرض کی۔ کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ خانخاناں نے کہا۔ کہ میں اُس فقیر کا انتظار کر رہا ہوں۔ اِس پر خزانچی نے کہا کہ وہ سات لاکھ روپیہ اور بار برداری کا سامان لے کر چلا گیا ہے۔ خانخاناں نے کہا کہ بڑا کم ظرف فقیر تھا۔ میں نے تو دوسرے روز ہی یہ خیال کر کے کہ فقیر ہر روز آیا کریگا ستائیس لاکھ روپیہ اُس کے نام پر خزانہ سے منہا کر دیا تھا۔ اور وہ اُتنا ہی لے کر چل دیا +

ایک روز کوئی غریب آدمی اُس کے دربار میں آیا۔ اور کھسکتے کھسکتے اُس کے قریب پہنچ کر لوہے کا ایک بڑا سا گولا اُس کی طرف لڑھکایا۔ جو اُس

رئیے کھنٹے سے جا کر لگا۔ نوکر چاکر
اُس کی طرف لپکے۔ خان خاناں نے
روک کر حکم دیا۔ کہ اِس لوہے کے
گولے کے برابر سونا تول کر اسے
دے دو۔ مصاحبوں نے سبب پُوچھا
تو کہا کہ یہ اِس بات کی آزمائش کرتا
ہے کہ اُمرا پارس ہوتے ہیں اور لوہا
پارس سے لگ کر سونا ہو جاتا ہے ❖
خان خاناں بڑا حسین اور خوشرُو
آدمی تھا۔ ایک عورت نے جو خود
بھی حُسن و جمال میں فرد تھی۔ اِس
پر فریفتہ ہو کر اپنی تصویر بنوا کر
ایک بُڑھیا کے ذریعہ سے اِس کے
پاس بھیجی۔ بُڑھیا نے تنہائی میں خان
خاناں سے کہا کہ صاحبِ تصویر کی
خواہش ہے کہ اِس کے ہاں آپ کی
شکل کا لڑکا پیدا ہو۔ خانخاناں نے

جواب دیا کہ اوّل تو یہ امر ہی شُرفا
کے لئے نہایت معیوب ہے۔ دُوسرے
ضرُوری نہیں کہ اَولاد ہو۔ اَور اگر ہو
بھی تو مُمکن ہَے کہ لڑکی ہو۔ اَور
اگر لڑکا بھی ہو تو ضرُوری نہیں کہ زندہ
رہے اَور پروان چڑھے۔ اَور اگر زندہ
بھی رہے تو یہ لازمی نہیں کہ میری ہی
شکل کا ہو۔ اُس کی خواہش کو پُورا
کرنے کا آسان اَور عُمدہ طریقہ یہ ہے
کہ وُہ آج سے مُجھے ہی اپنا بیٹا
تصوّر کرے۔ اَور مَیں اُسے اپنی ماں
سمجھُوں گا۔ چُنانچہ اُس روز سے جِتنا
ماہوار خرچ ماں کی خِدمت میں پیش
کرتا تھا۔ اُتنا ہی اِس حسین عَورت
کو ماں کہہ کر دیتا رہا +
ایک شخص نے خان خاناں کو یہ قطعہ
لِکھ کر دیا:۔

ہ

اَے خانِ جہاں خان خاناں
دارم صنمے کہ رشکِ چین است
گر جاں می طلبد مضائقہ نیست
زر می طلبد سخن دریں است

خان خاناں نے اِس سے دریافت کیا کہ کیا مانگتا ہے۔ اُس نے کہا۔ لاکھ روپیہ۔ خانخاناں نے خزانچی کی طرف دیکھ کر کہا کہ سوا لاکھ روپیہ اِسے دے دو +

ایک دفعہ خان خاناں کی سواری جا رہی تھی۔ کہ راہ میں ایک نہایت شکستہ حال غریب آدمی نے جو شکل و شباہت سے شریف اور خاندانی معلوم ہوتا تھا سامنے سے خان خاناں کو ایک شیشی دکھائی۔ جس میں ایک بُوند کے قریب پانی تھا۔ پھر اُسے اُلٹا کیا۔ جب پانی

گرنے لگا تو پھر سیدھا کر لیا۔ خانخاناں اِسے اپنے ہمراہ مکان پر لے آیا۔ اَور بہُت کچھ اِنعام و اِکرام دے کر رُخصت کیا۔ مصاحبوں نے سبب پُوچھا تو کہا کہ اِس کا مطلب یہ تھا۔ کہ ایک بُوند آبرُو باقی رہ گئی ہَے۔ اور وُہ بھی گرا چاہتی ہَے +

ایک روز خان خاناں سواری سے اُترا ہی تھا۔ کہ ایک بُڑھیا نے آ کر لوہے کا توا اُس کے کپڑوں سے مَلنا شرُوع کر دِیا۔ نوکر چاکر "ہیں! ہیں"! کرکے دَوڑے۔ اِس نے اُنہیں روکا۔ اَور توے کے برابر سونا تول کر دینے کا حُکم دِیا۔ مصاحبوں نے سبب پُوچھا۔ تو کہا کہ یہ آزمائش کرتی ہَے کہ پہلے زمانہ کے اُمرا کے لِئے جو مشہُور ہَے کہ پارس ہوتے تھے۔